ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
دیوبند
بانی ادارہ: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا

... تک پہنچا دیتا ہے۔ (العیاذ باللہ) حدیث

ڈاکٹر علامہ اقبال مرحوم نے ایک دفعہ مجھے کسی کام کے لیے بلایا۔ میں حاضر ہوا تو وہ حجامت بنوا رہے تھے۔ میں نے باتوں باتوں میں ان سے سوال کر دیا کہ ڈاکٹر صاحب نوجوان زیادہ تر مرزائی ہو رہا ہے — تو انھوں نے ہاتھ سے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: مولوی صاحب! روٹی کے لیے۔ مرزائی بیٹی کا رشتہ دیتے ہیں اور نوکر بھی کرا دیتے ہیں۔ نوجوان کو اور کیا چاہیے؟ بیوی بھی مل گئی اور روٹی کا سوال بھی حل ہو گیا۔

ملفوظات حضرت لاہوریؒ

فی پرچہ
ایک روپیہ

فرقِ مراتب

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - ہر آدمی کے مرتبہ کے مطابق اس کے ساتھ سلوک کرو۔

اس حدیث کے تین مختصر لفظوں میں معاشرتی اور اجتماعی زندگی کا بڑا زبردست گر سمجھایا گیا ہے جسے بڑے بڑے دانا لمبی چوڑی تحریروں اور تقریروں میں بھی پورے طور پر آج تک نہ سمجھا سکے - ارشادِ نبوی ہے کہ ہر آدمی کی طبیعت الگ ہوتی ہے سمجھ دار آدمی کو چاہیے کہ ہر ایک کے ساتھ وہی برتاؤ کرے جو اس کو خوش کر دے اس لیے نہیں کہ اسے بھانسا دے کہ اپنا مطلب نکالنا مطلوب ہے بلکہ اس لیے کہ وہ پاس سے اٹھے تو اس کے دل میں ملنے والے کی طرف سے کوئی شکایت نہ ہو۔

اس خیال سے دوسروں کے ساتھ ان کے مرتبہ اور حیثیت کے مطابق سلوک کرنا اجتماعی زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری قرار پاتا ہے مقصد یہ ہے کہ کوئی ملنے والا کسی ملنے والے سے دل میں کوئی شکایت لے کر نہ جائے - وہ یہ نہ سمجھے کہ میری طرف ملنے والے نے پوری توجہ نہ کی۔

اس حدیث سے میل جول میں ہر ایک کے مرتبہ کے مطابق اس کی آؤ بھگت کرنے کی صرف اجازت ہی نہیں نکلتی بلکہ اس کی ضرورت کی طرف اشارہ نکلتا ہے۔

ظاہر ہے کہ بے تکلف دوست تو تھوڑی سی بھی خاطر مدارات سے خوش ہو جائے گا لیکن یہ بے تکلفی ہر ایک کے ساتھ اختیار کرنی مناسب نہیں - برتاؤ اور سلوک میں ہر ایک کی عمر، مرتبے، منصب اور رتبہ کا خیال رکھنا ضروری ہے - عالم کی قدر اس کے علم کے اعتبار سے، شریف کی عزت اس کی شرافت کی نسبت سے اور حکام کا احترام اس کے منصب کے لحاظ سے ضروری ہے۔

ہر ایک کا ادب اس کی بڑائی اور خوبی کے مطابق ہونا چاہیے - اور یہ اچھے اخلاق کا تقاضا ہے - اس کا مطلب یہ نہیں کہ مالداروں اور بڑے مرتبہ والوں کی خوشامد کرتے پھرو - ضرورت اس کی ہے کہ تمہارے دل میں ہر ایک کی وقعت اس کی حالت کے مطابق ہونی چاہیے۔ محض دفع الوقتی اور اپنا مطلب نکالنے کے لیے نہیں بلکہ اس لیے کہ اخلاق کا تقاضا یہی ہے اور اجتماعی زندگی کا توازن بغیر اس کے قائم رہنا مشکل ہے - خیر خواہی معاشرہ کی درستی کی جڑ ہے اس کی عملی شکل یہ ہے کہ اس کا مناسب شکل اظہار کیا جائے اور یہی سکھایا گیا ہے۔

دولت کا نہیں،
تجارت کا نہیں،
صنعت کا نہیں،
زراعت کا نہیں،

قحط

قحط اخلاق کا ہے۔

قوم کے اخلاق میں پاکیزگی پیدا کرد
پاک بن جاؤ تو کل ہند پاکستان ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۲۳ شمارہ ۲۴

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

۱۹ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ • ۳۰ دسمبر ۱۹۷۷ء

رئیس الادارہ: جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور ○ مدیر: محمد سعید الرحمٰن علوی

سیاسی رہنماؤں کی کانفرنس

خان عبدالولی خان نے طویل نظربندی کے بعد یہ بات بار بار دہرائی ہے کہ مسائل و معاملات کو طے کرنے کے لیے چاروں صوبوں کے مقتدر رہنماؤں کی کانفرنس بلائی جائے۔

اس پر مختلف حلقوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں اور یوں کہا جانے لگا کہ ولی خان نے پھر صوبائیت کا مسئلہ چھیڑ دیا ہے اور بعض حضرات نے یہاں تک کہا کہ اس کانفرنس کی ضرورت کیا ہے؟

ایک کہاوت ہے کہ "بد سے بدنام بُرا" وہی حال ولی خان اور ان کے رفقاء اور حلفا کا ہے۔ ان لوگوں نے غیر ملکی دورِ حکومت میں اور پاکستان بننے کے بعد کبھی بھی اصولوں پر سودا نہیں کیا اور حکمرانوں کے غلطیوں پر ٹوکنا اور ان پر شائستہ تنقید کا سلسلہ جاری رکھا، لیکن چونکہ یہاں کے حکمران اپنی ذات کو ملک اور قوم کے مترادف قرار دیتے تھے اس لیے انہوں نے ان با اصول لوگوں سے گلو خلاصی کے لیے پاپڑ بیلنے شروع کر دیے۔ اور اس سلسلہ میں ایسی ایسی باتیں ان کے سر تھوپی گئیں جو ان کے وہم و گمان میں

نہ تھیں۔

مثلاً پختونستان کا شوشہ بعض مفاد پرست عناصر اپنی ضرورتوں کے تحت خود کھڑا کیا اور اس ہے ایک وقت میں خان عبدالقیوم خان جیسے بند پاکستانی اور مضبوط مرکز کے سب سے بڑے بردار تک کی خدمات حاصل کی گئیں اور خان صاحب ا بہ کرم ہوگئے لیکن ان کے دین و دیانت پر کوئی ے نہ آیا اور ولی خان ہی نہیں بلکہ اس کا سارا ان اور اس کے رفقاء آزمائشوں سے دوچار کر گئے۔

اسی طرح صوبائی خود مختاری کا مسئلہ ہے جس ہمیت سے انکار کرنا حقیقت سے منہ موڑنے کے ف ہے اور ہر دور میں اس کی اہمیت کا احساس رہا۔ یہ الگ بات ہے کہ روایتی منافقت نے کچھ نہ کرنے دیا۔ ۱۹۷۳ء کا آئین بنا۔ تو اس س مسئلہ کو مؤثر طریق سے حل کر دیا گیا اور ر ولی خان نے بہ حیثیت قائد حزب اختلاف دستخط ں جب اس دستور کی مٹی پلید کی گئی۔ اور کسی

ضابطے کی پابندی نہ کی گئی تو ظاہر ہے کہ ہر محبِ وطن کو شور مچانا چاہیے تھا۔ یہاں کے اکثر "محب وطن" تو بھٹو کے ہاتھ مضبوط کرنے کی روایتی رسم میں لگ گئے لیکن مفتی محمود اور ولی خاں جیسے لوگ جو اس "گناہ" میں ملوث نہیں ہو سکتے تھے انہوں نے شور مچایا تو ان پر صوبائیت کا طعنہ جڑ دیا گیا۔ اب خانصاحب نے جو کچھ کہا اس کا واضح مفہوم یہی تھا کہ دستوری بات کو عمل میں لا کر قوم کو مطمئن کیا جائے۔ لیکن حبّ الوطنی کے اجارہ دار صحافیوں اور اخبار نویسوں نے نظم و نثر میں افسانہ نویسی شروع کر دی اور بعض سیاسی لیڈر جو متعدد بار اپنے گھر میں ضمانت ضبط کرا چکے ہیں انہیں بخار آنا شروع ہو گیا لیکن ولی خان کا آج کا بیان جس کی سرخیاں یہ ہیں :۔

"صوبائی خود مختاری کا مسئلہ طے شدہ ہے اور اسے دوبارہ زیر بحث نہیں لایا جا سکتا"

"قوم کو بڑی مشکل سے ایک متفقہ دستور ملا ہے"

(نوائے وقت ۲۴ دسمبر ۷۷ء)

ان لوگوں کے منہ پر طمانچہ ہے جو شر انگیزی سے باز نہیں آتے۔

رہ گیا مسئلہ صوبائی رہنماؤں کی کانفرنس کا، تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کی ضرورت ہی نہیں انہیں سیاست کا میدان چھوڑ کر کوئی اور مشغلہ اختیار کر لینا چاہیے۔

حیرت تو ان لوگوں پر ہے جنہیں اس تجویز میں بھی صوبائیت نظر آئی اور انہوں نے اس پر اسی انداز سے اپنے کالم سیاہ کیے۔

جہاں تک صوبائی معاملات سے واقف و آگاہ لوگوں کے مل بیٹھنے کا سوال ہے یہ جرم تو نہیں ۷۳ء کے آئین میں صوبائی رابطہ کی وزارت کا اہتمام کیا گیا۔ گورنر وزراء اعلیٰ اور مختلف محکموں کے وزراء آپس میں ملتے رہے، ان کی میٹنگیں ہوتی رہیں حتّٰی کہ بیورو کریٹ کے طبقہ کے لوگ جو ملک کے مسائل الجھانے کا اصل سبب ہیں وہ بھی اس قسم کے اجلاس کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ایسے افراد جنہیں قوم سر پر بٹھاتی ہے۔ جن کے دامن پر کوئی ایسا داغ نہیں وہ اگر مل کر بیٹھ جائیں اور آپس میں ملکی معاملات پر مشورت کر لیں تو کیا قیامت بپا ہو جائے گی؟

ہم اہل ملک سے گذارش کریں گے کہ غیروں کے بنائے ہوئے سانچوں کو توڑ کر حقیقت پسندی کے ماحول میں قدم رکھیں اور ہر اچھی تجویز کو محض کسی کی عداوت میں رد نہ کیا کریں۔ یہ بات دین و دیانت کسی بھی اعتبار سے پسندیدہ نہیں۔

دُعائے صحت کی اپیل

حضرت مولانا غلام حبیب صاحب نقشبندی مہتمم دارالعلوم حنفیہ چکوال، ایم۔ ایچ راولپنڈی میں قریباً سو ماہ مقیم رہنے کے بعد ہسپتال سے فارغ ہو گئے ہیں۔ قارئین کرام سے دُعائے صحت کی اپیل ہے۔

دارالعلوم دیوبند کا جشنِ صد سالہ

دارالعلوم دیوبند کا جشن صد سالہ نومبر ۱۹۷۸ء دیوبند میں منایا جا رہا ہے۔ ہمارا یہ پروگرام ہے کہ دارالعلوم سے بلاواسطہ اور بالواسطہ پاک و ہند میں مشرب دیوبند کے مدارس سے آج تک جو حضرات فارغ ہوتے ان کا مکمل تعارف شائع کیا جائے۔ لہٰذا ایسے تمام علماء کرام سے درخواست ہے کہ وہ ہم سے رابطہ پیدا فرمائیں۔ تاکہ اس جشن کے موقع پر مہتمم دارالعلوم دیوبند کو دیوبند کے فیضان کا فیض یافتگان کی طرف سے کتابی صورت میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا جائے گا۔ بیس پیسے کے ٹکٹ ارسال کیجیے۔ ہم آپ کو سوالات کا فارم مہیا کریں گے۔ آپ پُر کر کے واپس فرمائیں۔

جو حضرات فوت ہو چکے ہیں ان کے لواحقین رابطہ فرمائیں۔

لفافے کے کونے پر "بسلسلہ جشن دارالعلوم" تحریر فرمائیں۔

دفتر ماہنامہ "الرشید" ۳۲۔ اے شاہ عالم۔ لاہور



مقصدِ زندگی کو پہچانیے

پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

بعد الحمد والصلوٰۃ:

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝

یہ آیت اکثر پڑھی جاتی ہے اللہ نے چھوٹے چھوٹے جملوں میں اتنا کچھ مفہوم بیان کر دیا ہے کہ اگر غور سے دیکھا جائے تو اس آیت میں انسان کا مقصدِ زندگی اور اصولِ حیات اللہ نے واضح فرما دیا۔ دنیا میں جس قدر انبیاء کرام آئے۔ اولیاء اور مبلغین و مصلحین تشریف لائے ان سب کی دعوت کا مرکز یہی بات رہی ہے۔ کہ اللہ کے سامنے ہی اپنے سر کو جھکاؤ اور غیر اللہ کے سامنے کبھی جبینِ نیاز نہ جھکاؤ۔ اللہ سے ہر حال میں امداد مانگو اور غیر اللہ سے کسی حال میں امداد و التجا اور نصرت و تعاون نہ طلب کرو۔ اسی کی عبادت کرو اور اسی کی عبادت ہی ہماری غرضِ تخلیق ہے۔ ہم رات دن سورج اور چاند کا طلوع و غروب دیکھتے ہیں۔ سورج کی روشنی سے جہاں ہم انسان فائدہ اٹھاتے ہیں۔ چرند پرند کے علاوہ نباتات کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ سورج کی روشنی سے پھل پک کر تیار ہوتا ہے اور چاند کی روشنی سے پھل میں مٹھاس کی حلاوت محسوس ہوتی ہے۔ دن میں ہم ذریعہ معاش کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں اور رات کو ہم آرام کرتے ہیں۔ اس رات اور دن کے مختلف پانچ اوقات میں اللہ نے اہم العبادات کا فریضہ عائد کیا ہے جس کی ادائیگی سے ہم خدا کی ذات کو تو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے البتہ اپنی دنیا اور آخرت اس کی عبادت سے سنوار لیتے ہیں۔ لیکن جو لوگ رات دن کے مختصر عرصہ میں پانچ وقت خدا کی فرض عبادت کے لیے مختص نہیں کر سکتے۔ حقیقت میں وہ لوگ اپنے زندگی کے مقصد سے غافل ہیں۔ کیونکہ ؎

بندہ آمد از برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

جس شخص کی زندگی میں بندگی کی صفت شامل نہیں کس قدر بدقسمت ہے۔ قرآن کریم میں ذکر ہے کہ اللہ نے عالم بالا میں تمام انسانی ارواح کو مخاطب کرکے فرمایا تھا۔ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ۔ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔

تو جواب میں جملہ ارواح نے کہا تھا۔ قَالُوْا بَلٰی۔ کیوں نہیں (تُو ہمارا رب ہے)۔

یہی وجہ ہے کہ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اسے اس وعدۂ عالم ازل کی تجدید کرائی جاتی ہے۔ اور سب سے پہلے جو آواز اس کے پردۂ سماعت سے ٹکرا کر دل کی وسعتوں میں پناہ لیتی ہے وہ اللہ اکبر، اللہ اکبر کی ہے۔ کہ اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے۔ اس طرح سعادت مند انسان تو وعدہ کی تجدید پر قائم رہتے ہیں اور شقی و بدبخت انسان تجدید عہد کی بجائے تردید عہد پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔ اس مفہوم کی جانب ایک حدیث میں اشارہ ملتا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ وَیُنَصِّرَانِہٖ وَیُمَجِّسَانِہٖ اَوْ کَمَا قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہر بچہ فطرتِ اسلام پہ پیدا ہوتا ہے پس اس

(باقی ۱۴ پر)

خطبہ جمعہ

محبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سرمایۂ نجات

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبید اللہ انور مدظلہم ○

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

انا اعطینٰک الکوثر۔ فصل لربک وانحر۔
ان شانئک ھو الابتر

محترم حضرات! پچھلے چند جمعوں سے سورۃِ کوثر کی تشریح و توضیح ہو رہی ہے آج کا بیان بھی اسی سورۃِ مبارکہ سے متعلق ہے۔

جیسا کہ بیان کیا تھا اس سورۃ میں اللہ تعالےٰ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے کہ ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوثر عطاء کیا ہے۔

کوثر مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس کا مطلب ہے کہ آپ کو خیر کثیر عطا فرمایا ہے۔ جس چیز کو حق تعالیٰ کثیر کہے اس کی کثرت کا اندازہ کرنا انسان تو کیا کسی بھی مخلوق کے بس کی بات نہیں۔ کوئی اس کثرت کا تصور تک نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنی بڑی دنیا اور اس کے تمام مال و اسباب کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ اسکے نزدیک یہ دنیا اور اس کا مال ومتاع قلیل ہے:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنیا قلیل

اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر خدا کی نظر میں اس دنیا کی مکھی کے پَر برابر بھی وقعت ہوتی تو اپنے نیک بندوں کو اس سے محروم نہ فرماتے۔ (اوکما قال ؐ)

تو جو خُدا اتنی بڑی دنیا کو بھی قلیل کہتا ہے اس کے نزدیک کثیر کیا ہو گا، کتنا ہو گا۔ اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟

حضراتِ گرامی قدر! قرآنِ حکیم کی چودہ سو سال قبل، کی ہوئی یہ پیشگوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دشمن ابتر یعنی بے نام و نشان ہوں گے، سب نے دیکھا کہ پوری ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دشمن نیست و نابود اور ذلیل و خوار ہوئے اور آج دلوں میں نفرت کے سوا ان کے لیے کچھ نہیں ہے، اور دنیا نے یہ بھی دیکھ لیا کہ جس کے متعلق دشمنوں نے یہ کہا تھا کہ مٹ جائے گا، اس کا نامِ نامی ہمیشہ اور ہر دَور میں کالشمس فی نصف النہار جگمگاتا رہا۔ اور اس حقیقت سے بڑے سے بڑا مخالف بھی انکار نہیں کر سکتا کہ اس کی اتنی تعریف و توصیف ہوئی اور ہو رہی ہے کہ اس کے خالق کے سوا کسی اور کی اتنی تعریف و ثناء تو کیا اس کا ہزارواں حصہ بھی نہیں ہوا۔ جنہیں اپنے بیٹوں پر ناز تھا، وہ حرفِ غلط کی طرح مٹ گئے اور جسے ابتر کہا گیا تھا، اس کے پیروکاروں اور غلاموں سے دنیا پٹی پڑی ہے۔ دل ان کے عشق و محبت سے لبریز ہیں اور بلا تمیز عرب و عجم (رنگ و نسل) آپ کی خاطر لوگ جان پر کھیلنے میں لطف و انبساط محسوس کرتے ہیں۔

حضراتِ صحابہ کی تو بات ہی اور ہے۔ آج اس پُر آشوب دَور میں بھی ان کے لاتعداد ایسے غلام ہیں جو

ان پر جان نچھاور کرنے کے لیے ہمہ وقت کفن بردوش رہتے ہیں۔

بھٹو کے آمرانہ دور میں جب مرزائیوں کے خلاف تحریک چلی تھی تو آپ نے دیکھا کہ مسلمانوں نے کس طرح مرزائی لڑکے کا بائیکاٹ کیا اور کس طرح اس وقت کی ظالم و جابر حکومت کے سامنے سینہ سپر ہو گئے۔

اس وقت مسلمانوں نے مال و جان اور اولاد تک کی قربانی پیش کی اور یہ ثابت کر دکھایا کہ ؎

دبا اب تک نہیں ہے جذبہ ہم میں قرنِ اول کا
کٹ سکتے ہیں ناموسِ نبیؐ پہ بند بند اب بھی

مسلمانوں کو جس قدر سرور اور مزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جان پر کھیل جانے میں آتا ہے اتنا مزہ انہیں اور کسی چیز میں نہیں آتا۔

حق جل مجدہٗ نے آپؐ کے دشمنوں کو تباہ کیا اور آپؐ کے عشق و محبت سے دلوں کو بھر دیا۔ ہر مسلمان آپ سے اتنی محبت رکھتا ہے کہ نہ اپنی اولاد سے اتنی محبت رکھتا ہے نہ والدین سے اور نہ کسی دوست اور رشتہ دار سے۔ کوئی اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہی نہیں تاوقتیکہ اس کے دل میں آقائے دو عالم کی محبت سب محبتوں پر غالب نہ ہو۔

آپ سے عشق و محبت اور عقیدت کا یہ عالم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک بھی اگر کسی خوش نصیب کو مل جاتا ہے تو وہ گویا شہنشاہِ ہفت اقلیم ہو گیا۔ آپ کی طرف منسوب ہر چیز سے مسلمانوں کو عشق ہوتا ہے اور ایسی چیز کو اپنے پاس رکھنے میں سعادتِ دارین یقین کرتے ہیں۔

آپ نے ۱۸ اپریل ۷۵ء کے روزنامہ جنگ میں یہ پڑھا ہو گا کہ ایک مسلمان حکمران نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ والا نامہ جو ۶۱۰ء سے ۶۱۴ء کے درمیانی عرصہ میں بازنطینی سلطنت کے حکمران ہرقل کو دعوت اسلام قبول کرنے کے سلسلہ میں لکھا گیا تھا، تین کروڑ روپے میں ہدیہ کرنے کی پیشکش کی۔ (روزنامہ جنگ کا یہ پرچہ ہمارے پاس موجود ہے۔ یہ پیشکش ابوظہبی کے حکمران زید نے کی تھی) حالانکہ وہ حکمران کوئی زیادہ نیک اور بھلا آدمی نہیں ہے، مگر غور کیجیے کہ جب ایک غیر صالح شخص اس والا نامہ کو تین کروڑ روپے میں ہدیہ کرنے کو بے تاب و بے قرار ہے تو نیک اور صالح حکمران یا عام مسلمان کے دل میں اس گرامی نامہ کی کس قدر زیادہ قدر و منزلت ہو گی۔ اور غور کیجیے کہ وہ والا نامہ ایسا نہیں ہے کہ جس کے مندرجات کا کسی کو علم نہیں کہ یہ کہا جا سکے کہ شاید اس حکمران نے اتنی خطیر رقم کی پیشکش اس لیے کی ہو گی کہ شاید اس میں کوئی انوکھی اور نرالی بات تحریر ہو گی یا ایسی کوئی چیز لکھی ہو گی جس سے باقی دنیا بے خبر ہے۔ بلکہ جس والا نامہ کو وہ کروڑوں روپے میں حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا، اسی کے مندرجات کا سب کو علم ہے۔ حدیث کی کتابوں میں اس گرامی نامہ کا ایک ایک حرف محفوظ ہے اور طرفہ یہ کہ یہ گرامی نامہ حضور اکرم کے اپنے دستِ مبارک کا تحریر فرمودہ بھی نہیں، بلکہ آپؐ نے کسی سے لکھوایا تھا۔

گرامی نامہ کی عبارت اور مضمون یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اِلٰی ہِرَقْلَ عَظِیْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْہُدٰی۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَدْعُوْکَ بِدِعَایَۃِ الْاِسْلَامِ۔ اَسْلِمْ تَسْلَمْ یُؤْتِکَ اللّٰہُ اَجْرَکَ مَرَّتَیْنِ فَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَاِنَّ عَلَیْکَ اِثْمَ الْیَرِیْسِیِّیْنَ وَیَا اَہْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْہَدُوْا

بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۔" (بخاری شریف)

اور اس کا ترجمہ یہ ہے:

(یہ مکتوب حضرت) محمد عبد اللہ و رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے ہے۔ ہرقل کے نام جو عظیم روم ہے۔ جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو۔ اس کے بعد (یہ کہنا ہے کہ) میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ تم اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے، تمہیں اللہ تعالےٰ دوہرا اجر دیں گے۔ اگر تم نے رُخ پھیرا (یعنی دعوتِ اسلام قبول نہ کی) تو تمہارے اپنے تمہارے پیرو کاروں کا گناہ ہو گا اور اے اہلِ کتاب! آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں اور تم میں، کہ بندگی نہ کریں ہم مگر اللہ کی اور شریک نہ ٹھہرائیں اس کا کسی کو۔ اور نہ بنائے کوئی کسی کو رب سوائے اللہ کے۔ پھر اگر وہ قبول نہ کریں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں۔"

یہ ہے وہ والا نامہ اور اس کا ترجمہ، جسے وہ مسلمان حاکم تین کروڑ میں ہدیہ کرنا چاہتا تھا۔ کیا کوئی بیٹا اپنے حقیقی والد کا ایسا خط جس کے مندرجات کا اس کو پہلے سے علم ہو، سو روپے میں بھی خریدنے کو تیار ہو گا؟

خلاصہ یہ کہ رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کے دشمن ذلیل و خوار ہوئے اور آئندہ بھی جو ان سے دشمنی رکھے گا، خدا کے قہر اور عذاب کا شکار ہو گا۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا ذکر کبھی نہیں مِٹ سکتا۔ دنیا اور آخرت میں آپ (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کے ذکر کو بلندی بخش دی گئی ہے۔ و رفعنا لک ذکرک۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ کی اطاعت کی توفیق دے۔

آہ ـــ حاجی دین محمد

حضرت الامام لاہوری قدس سرہٗ کے خصوصی خادم جنھیں بلاشبہ فنافی الشیخ کا درجہ حاصل تھا۔ یعنی جناب حاجی دین محمد صاحب آف بادامی باغ لاہور، ۷ محرم ۱۳۹۸ھ کی شام انتقال کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حاجی صاحب کو جو حضرت لاہوریؒ سے تعلقِ خاطر تھا۔ اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حضرتؒ اپنا خطبہ جمعہ ان کے مکان میں تشریف لے جا کر ایک مخصوص کمرہ میں بیٹھ کر مرتب فرماتے۔ مرحوم حاجی صاحبؒ امام لاہوری کے علاوہ حضرت امیرِ شریعت قدس سرہٗ اور دوسرے اہلِ حق علماء اور صلحا سے خصوصی تعلق رکھتے اور سبھی حضرات کئی کئی دن اہم ملی کاموں کی غرض سے ان کے مکان پر قیام فرماتے۔

مختلف قومی تحریکات میں حاجی صاحبؒ کا خاموش کردار اپنی مثال آپ تھا۔

۸ محرم ۱۳۹۸ھ بعد دوپہر مرکزی جنازگاہ میں حضرت مولانا عبید اللہ انور نے مرحوم کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ جس میں مرحوم کے عزیز و اقربا، متعلقین اور دوست احباب کے علاوہ شہر کے علماء اور قومی ورکروں نے بکثرت شرکت کی۔ نمازِ جنازہ سے قبل مولانا محمد اجمل نے مختصر خطاب کیا۔ جس میں دنیا کی بے ثباتی کا ایسا نقشہ کھینچا کہ ہر آنکھ پُر نم ہو گئی۔

ادارہ خدام الدین حاجی صاحب کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ رب العزت انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق بخشے ــــ

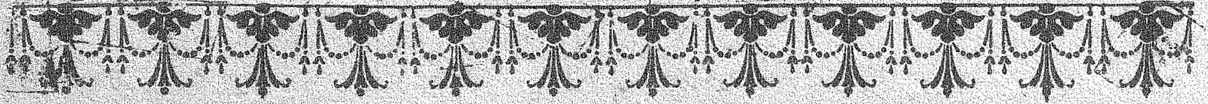
انشاء اللہ عنقریب مفصّل مضمون پیشِ خدمت ہو گا۔

ــــ غم زدہ ــــ مدیر ــــ

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

امیرالمومنین حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محمود اشرف عثمانی کے مقالہ کی تلخیص



نام و نسب

اسم مبارک معاویہؓ، آپ عرب کے مشہور و معروف قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے ہیں جو اپنی شرافت و نجابت اور دوستی میں پورے عرب میں ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ اسی قبیلہ کو یہ شرف حاصل تھا کہ اس میں آقائے دوجہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ حضرت معاویہؓ قریش کے اس نامور خاندان بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔

حضرت معاویہؓ کے والد حضرت ابوسفیانؓ اسلام لانے سے قبل ہی اپنے خاندان میں ممتاز حیثیت کے مالک اور قبیلہ کے معزز سرداروں میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت معاویہؓ کا شجرہ نسب یہ ہے:۔

"ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبدالشمس بن عبدالمناف بن قصیٰ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر (الملقب بہ قریش) بن مالک بن نظر۔"

ولادت

امیرالمومنین حضرت معاویہؓ کی ولادت بعثتِ نبویؐ سے پانچ سال قبل ہوئی (۶۰۵ء) (سیدہ عائشہ صدیقہؓ، سیدہ فاطمہؓ بنتِ رسولؐ (تیسری صاحبزادی) اور امیرالمومنین معاویہؓ کی پیدائش ایک ہی سال کی ہے صرف چندماہ کا فرق ہے)

(بحوالہ کتاب المختصر ص۸)

قبول اسلام

آپؓ ظاہری طور پر فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے مگر درحقیقت آپ اس سے قبل ہی اسلام قبول کر چکے تھے۔ لیکن بعض مجبوریوں کی بناء پر ظاہر نہ کیا تھا۔

مشہور مورخ واقدی کہتے ہیں کہ آپ صلح حدیبیہ کے بعد ہی ایمان لے آئے تھے۔ مگر آپ نے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا۔ اپنے اسلام کو چھپائے رکھنا اور فتح مکہ کے موقع پر ظاہر کرنے کی وجہ خود حضرت معاویہؓ نے بیان کی ہے۔ چنانچہ فاضل مورخ ابن سعد کا بیان ہے کہ حضرت معاویہؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں عمرۃ القضاء سے پہلے اسلام لے آیا تھا مگر مدینہ جانے سے ڈرتا تھا کیونکہ میری والدہ کہا کرتی تھیں کہ اگر تم گئے تو ہم ضروری اخراجاتِ زندگی دینا بھی بند کر دیں گے۔ اس عذر اور دوسری مجبوریوں کی بناء پر آپ نے اپنے والد کے ہمراہ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لانے کا اعلان کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بدر، احد، خندق اور غزوۂ حدیبیہ میں آپ کفار کی جانب سے شریک نہ ہوئے حالانکہ اس وقت آپ جوان تھے۔ آپ کے والد ابوسفیان سالار کی حیثیت سے شریک ہو رہے تھے اور آپ کے ہم عمر جوان بڑھ چڑھ کر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لے رہے تھے۔ ان تمام باتوں کے باوجود آپ کا شریک نہ ہونا ظاہر کرتا ہے کہ اسلام کی حقانیت ابتداء ہی سے آپ کے دل میں گھر کر چکی تھی۔

تعلیم و تربیت

ماں باپ نے آپ کی تربیت خاص طور پر کی اور مختلف

علوم و فنون سے آپ کو آراستہ کیا اور اس دور میں جبکہ لکھنے پڑھنے کا رواج بالکل نہ تھا اور عرب پر جاہلیت کی گھٹا ٹوپ تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ آپ کا شمار مالدار لوگوں میں ہوتا تھا۔

دیگر حالات

جلیل القدر صحابی امیرالمومنین حضرت معاویہ عالم اسلام کی ان گنی چنی ہستیوں میں سے ایک ہیں جن کے احسان سے یہ امت مسلمہ سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ آپ اُن چند کبار صحابۂ کرامؓ میں سے ہیں جن کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسلسل حاضری اور حق تعالےٰ کی جانب سے نازل شدہ وحی کو لکھنے کا شرف حاصل ہے۔ پھر آپ اسلامی دنیا کی وہ مظلوم ہستی ہیں جن کی خوبیوں اور ذاتی محاسن و کمالات کو نہ صرف نظر انداز کیا گیا بلکہ ان کو چھپانے کی پیہم کوششیں کی گئیں۔ آپ پر بے بنیاد الزامات لگائے گئے، آپ کے متعلق ایسی باتیں گھڑی گئیں اور ان کو پھیلایا گیا جن کا کسی عام صحابی سے تو درکنار کسی شریف انسان میں بھی پایا جانا مشکل ہے۔

امیرالمومنین حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے خلاف شدّ و مد کے ساتھ پروپیگنڈے کا طوفان کھڑا کیا گیا۔ اس کی وجہ سے آپ کا وہ حسین و ذاتی کردار نظروں سے بالکل اوجھل ہو گیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت نے پیدا کیا تھا نتیجہ یہ ہے کہ آج دنیا حضرت معاویہؓ کو بس جنگ صفین کے قائد کی حیثیت سے جانتی ہے۔ لیکن وہ حضرت معاویہؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منظورِ نظر تھے۔ جنہوں نے کئی سال تک آپؐ کے لیے کتابتِ وحی کے اہم اور نازک فرائض سرانجام دیے۔ اور حضور اقدس سے اپنے علم و عمل کے لیے بہترین دعائیں لیں جنہوں نے حضرت عمر فاروقؓ جیسے خلیفہ کے زمانے میں اپنی قائدانہ صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ اور جنہوں نے تاریخ اسلام میں سب سے پہلا بحری بیڑہ تیار کیا۔ اپنی عمر کا بہترین حصہ رومی عیسائیوں کے خلاف جہاد میں گذارا اور ہر بار ان کے دانت کھٹے کیے۔

آج دنیا ان کو فراموش کر چکی ہے۔ لوگ تو یہ جانتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ وہ ہیں جن کی حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ ہوئی تھی۔ لیکن قبرص، روڈس، صقلیہ اور سوڈان جیسے اہم ممالک کس نے فتح کیے؟ سالہا سال کے باہمی خلفشار کے بعد عالم اسلام کو پھر سے ایک جھنڈے تلے کس نے جمع کیا؟ جہاد کا جو فریضہ تقریباً متروک ہو چکا تھا اسے از سرِ نو کس نے زندہ کیا؟ اور اپنے عہدِ حکومت میں نئے حالات کے مطابق شجاعت و جوانمردی علم و عمل، حلم و بردباری، امانت و دیانت اور نظم و ضبط کی بہترین مثالیں کس نے قائم کیں؟ یہ ساری باتیں وہ ہیں جو پروپیگنڈے کی غلیظ تہوں میں چھپ کر رہ گئی ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کتابتِ وحی کا کام جتنا نازک تھا اور اس کے لیے جس احساسِ ذمہ داری، امانت و دیانت اور علم و فہم کی ضرورت تھی وہ محتاجِ بیان نہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسلسل حاضری کتابتِ وحی، امانت و دیانت اور دیگر صفاتِ محمودہ کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد بار آپ کے لیے دعا فرمائی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

"اے لوگو! تم میرے بعد آپس میں فرقہ بندی سے بچنا اور اگر تم نے ایسا کیا تو سمجھ لو معاویہؓ شام میں موجود ہیں۔"

حضرت قبیصہ بن جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قول ہے:۔

"میں نے کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا جو (حضرت) معاویہؓ سے بڑھ کر بردبار، ان سے بڑھ کر سیادت کا لائق، ان سے زیادہ باوقار، ان سے زیادہ نرم دل اور نیکی کے معاملہ میں ان سے زیادہ کشادہ دل ہو۔"

اس کے علاوہ اُن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عقیدت کا بخوبی اندازہ یہاں سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے آپ کے ناخن مبارک ایک شیشی میں محفوظ کیے ہوئے تھے اور وصیت کی

تھی کہ جب میرا وصال ہو تو وہ ناخن میرے منہ میں ڈال دینا تاکہ ان کی برکت سے اللہ مجھے بھی نارِ جہنم سے نجات عطا فرمائے۔

ان روایات سے قطعی طور پر یہ ثبوت مہیا ہوتا ہے کہ نہ صرف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بلکہ پوری امتِ مسلمہ میں آپ کی فضیلت مسلّم ہے۔ اس کے علاوہ ایک حدیث میں خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے۔ کہ "میرے تمام صحابہؓ حق و انصاف پر ہیں"۔ تو پھر کس طرح کسی صحابی پر انگلی رکھنے کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ پس نتیجۃً یہ بات الم نشرح ہے کہ صحابہ کرامؓ آپ کے متعلق کیا رائے رکھتے اور ان کی نظر میں آپ کا کیا مرتبہ تھا؟ قارئین کرام خود فیصلہ کر لیں۔

شمائل و خصائل

آپ ایک وجیہ اور خوبصورت انسان تھے۔ رنگ گورا تھا۔ اور چہرہ پُروقار و بردبار تھا۔ حضرت مسلمؓ فرماتے ہیں کہ معاویہؓ ہمارے پاس آتے اور وہ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اور حسین تھے۔ اس ظاہری حسن جمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سیرت کی خوبیوں سے بھی نوازا تھا۔ چنانچہ ایک بہترین عادل حکمران میں جو اوصاف ہو سکتے ہیں وہ سب آپ کی ذات میں موجود تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ تم قیصر و کسریٰ اور ان کے علم و دانش کی تعریف کرتے ہو حالانکہ تم میں معاویہؓ موجود ہیں۔

آپ اس درجہ حلیم اور بردبار تھے کہ آپ کا حلم ضرب المثل بن گیا اور آپ کے تذکرہ کے ساتھ حلم کا تصور اتنا لازم ہو گیا کہ بغیر اس کے آپ کا تذکرہ نامکمل ہے۔ آپ کے مخالفین آپ کے پاس آتے اور بسا اوقات انتہائی نازیبا رویہ اختیار کرتے اور سخت کلامی کے ساتھ پیش آتے مگر آپ اسے ہنسی میں ٹال دیتے۔ یہی وہ حُسنِ سلوک تھا جس نے بڑے بڑے سرداروں اور مخالفین کو آپ کے سامنے سرنگوں ہونے پر مجبور کر دیا۔ مگر یہ سب حلم اور بردباری تو اس وقت تک ہوتی تھی جب تک دین اور سلطنت کے امور پہ زد نہ پڑتی ہو۔ اسی وجہ سے اگر کہیں سختی کرنے کا موقع ہوتا تو سختی بھی فرماتے، اور اصولوں پہ کسی قسم کی مداہنت برداشت نہ کرتے۔

عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

آپؓ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر گہرا تعلق اور عشق تھا کہ ایک مرتبہ آپ کو پتہ چلا کہ بصرہ میں ایک شخص ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت مشابہت رکھتا ہے۔ آپ نے وہاں کے گورنر کو خط لکھا کہ تم فوراً اُسے عزت و اکرام کے ساتھ یہاں روانہ کر دو۔ چنانچہ اسے پورے آداب و اکرام کے ساتھ لایا گیا۔ آپ نے آگے بڑھ کر اس کا نہایت پرتپاک طریقہ سے استقبال کیا۔ اس کی پیشانی پر "بوسہ" دیا اور اُس کو خلعت و انعامات سے نوازا۔

خشیّتِ باری تعالیٰ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں۔ جن سے آپ کے اندر خوف و خشیّتِ ایزدی اور فکرِ آخرت کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آپ مواخذۂ آخرت کے خوف سے لرزہ براندام رہتے ہیں اور اس کے عبرت آموز واقعات سن کر زار و قطار روتے تھے۔

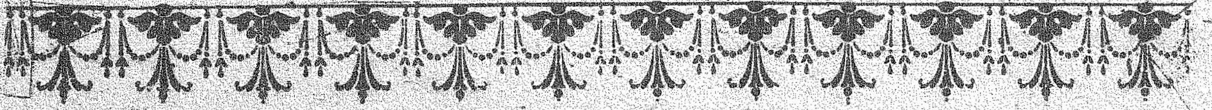
سادگی اور فقر و استغناء

حضرت معاویہؓ کے مخالفین نے اس بات کا پروپیگنڈا بڑی شد و مد کے ساتھ کیا ہے کہ آپ ایک جاہ پسند انسان تھے۔ حالانکہ حقیقت اس اس کے برعکس ہے۔

ایک مرتبہ لوگوں نے آپ کو دمشق کی جامع مسجد میں خطبہ دیتے ہوئے دیکھا کہ آپ کے کپڑوں پر پیوند لگے ہوئے ہیں۔ یہ تو آپ کی طبعی سادگی اور استغناء کی شان تھی مگر شام کی گورنری کے دوران آپ نے ظاہری شان و شوکت کے طریقے بھی اختیار کئے اور اس کی وجہ یہ بھی کہ یہ علاقہ سرحدی علاقہ تھا۔ اور آپ چاہتے تھے کہ کفار کے دلوں پر مسلمانوں کی شان و شوکت کا دبدبہ قائم رہے۔ (باقی ۱۲ پر)

محاسبۂ اعمال

مرسلہ: جناب بیگ صاحب، ملتان



قَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَدْهَمَ إِذَا سَأَلُوهُ قَوْلَه تَعَالَى: "اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ" وَ إِنَّا نَدْعُوهُ وَلَمْ يَسْتَجِبْ لَنَا۔ قِيلَ مَاتَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ عَشَرَةِ أَشْيَاءَ أَوَّلُهَا أَنَّكُمْ عَرَفْتُمُ اللهَ وَلَمْ تُؤَدُّوا حَقَّهُ۔ وَقَرَأْتُمْ كِتَابَ اللهِ وَلَمْ تَعْمَلُوا بِهِ وَادَّعَيْتُمْ حُبَّ الرَّسُولِ وَ تَرَكْتُمْ أَثَرَهُ وَ سُنَّتَهُ۔ وَادَّعَيْتُمْ عَدَاوَةَ إِبْلِيسَ وَ وَالَيْتُمُوهُ۔ وَادَّعَيْتُمْ حُبَّ الْجَنَّةِ وَلَمْ تَعْمَلُوا لَهَا۔ وَادَّعَيْتُمْ خَوْفَ النَّارِ وَلَنْ تَجْتَنِبُوا عَنِ الذُّنُوبِ۔ وَادَّعَيْتُمْ أَنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ وَلَمْ تَسْتَعِدُّوا لَهُ وَاشْتَغَلْتُمْ بِعُيُوبِ غَيْرِكُمْ وَ تَرَكْتُمْ عُيُوبَ أَنْفُسِكُمْ۔ وَتَأْكُلُونَ رِزْقَ اللهِ وَلَا تَشْكُرُونَهُ وَتَدْفِنُونَ مَوْتَاكُمْ وَلَا تَعْتَبِرُونَ۔

حضرت ابراہیمؒ بن ادھم نے فرمایا جب کہ اُن سے پوچھا گیا بابت فرمان باری تعالےٰ کے "کہ مجھے پکارو تاکہ میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں۔" لیکن ہم اس کو پکارتے ہیں اور ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ تو فرمایا دس وجوہ سے تمہارے دل مردہ ہو چکے ہیں:۔

یہ کہ تم نے اللہ تعالےٰ کو پہچانا تو ہے لیکن اس کا حق ادا نہیں کرتے۔

یہ کہ تم قرآن مجید تو پڑھتے ہو لیکن اس پر عمل نہیں کرتے۔

یہ کہ تم نے دعویٰ کیا محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، لیکن ان کا طریقہ اور سنت چھوڑ بیٹھے ہو۔

یہ کہ تم نے دعویٰ کیا شیطان کی دشمنی کا اور محبت کی تم نے اس سے۔

یہ کہ تم نے دعوےٰ کیا بہشت کا اور عمل نہ کیا اس کے لیے۔

یہ کہ تم نے دعوےٰ کیا خوفِ دوزخ کا اور گناہوں سے باز نہ آئے۔

یہ کہ تم نے دعوےٰ کیا موت برحق ہے لیکن اس کے لیے تیار نہ ہوئے۔

یہ کہ تم نے دوسرے کے عیبوں پر نظر رکھی اور اپنے عیبوں کو نہ دیکھا۔

یہ کہ اللہ کا رزق کھاتے ہو اور شکر نہیں کرتے۔

یہ کہ اپنے مُردوں کو دفن کرتے ہو اور عبرت نہیں پکڑتے۔

سہ جب میں کہتا ہوں میرے اللہ میرا حال دیکھ
حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامہ اعمال دیکھ!

اللہ تعالےٰ ہدایت دے!

بقیہ: امیرالمؤمنین معاویہؓ

وفات سنہ ۶۰ھ میں جبکہ آپ کی عمر اٹھتر ویں منزل سے گذر رہی تھی طبیعت کچھ ناساز ہوئی۔ اور پھر برابر بگڑتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ چند روز علیل رہ کر اسلام کا یہ بطلِ جلیل اپنے رفیقِ اعلیٰ سے جا ملا۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔



عذاب الٰہی سے نجات دینے والے اعمال

حدیث کی روشنی میں

مولانا ابوالنظفر ظفر احمد قادری خطیب جامع مسجد واہگہ

اس عنوان کے تحت یہ حدیث شریف علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نور اللہ مرقدہٗ کتاب الروح صفحہ ۱۰۱ پہ تحریر فرماتے ہیں۔ عذاب قبر سے بچانے کے بارے میں ایک تشنگی بجھانے والی حدیث شریف آئی ہے جسے ابو موسیٰ مدینیؒ نے اپنی کتاب ترغیب و ترہیب میں عذاب قبر کی وضاحت کے لیے لائے ہیں۔

فرج بن فضالہ ہلال ابوجبلہ سے وہ سعید بن مسیّب سے اور وہ عبدالرحمٰن بن سمرہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ہم مدینے کے ایک چبوترے پر جمع تھے کہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ اور کھڑے ہو کر فرمایا۔ کل رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا۔ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ ملک الموت اس کی روح قبض کرنے کے لیے اس کے پاس پہنچے تو ماں باپ کی اطاعت آکر ملک الموت کو ہٹا دیتی ہے۔ ایک امتی کو دیکھا کہ شیطانوں نے اسے بوکھلا رکھا ہے لیکن ذکر اللہ آکر تمام شیطانوں کو بھگا دیتا ہے۔ ایک امتی کو دیکھا کہ اُسے عذاب کے فرشتوں نے وحشی بنا رکھا ہے تو نماز آکر ان کے ہاتھوں سے چھڑا لیتی ہے۔ ایک امتی کو دیکھا کہ پیاس سے بے تاب تھا۔ جس حوض پر جاتا ہے دھکے دے دیا جاتا ہے۔ لیکن رمضان المبارک کے روزے آکر اُسے خوب سیراب ہو کر پانی پلاتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ ہر ایک نبیؑ اپنے حلقے بنا کر تشریف فرما ہیں۔ ایک امتی کو دیکھا جس حلقے میں جاتا ہے دھکے مار کر بھگا دیا جاتا ہے لیکن اس کا غسل جنابت آتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر میرے پاس لا کر بٹھا دیتا ہے۔

دیکھا کہ ایک امتی کے چاروں طرف اندھیرے ہی اندھیرے ہیں وہ اس میں حیران سراسیمہ ہے لیکن اس کا حج اور عمرہ اسے اندھیرے سے نکال کر اجالے میں پہنچا دیتا ہے۔ ایک امتی کو دیکھا کہ وہ آگ کے شعلوں سے بچنا چاہ رہا ہے اتنے میں اس کا صدقہ آکر اس کے اور آگ کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور اس کے سر پر سایہ بھی کر لیتا ہے۔ ایک امتی کو دیکھا کہ وہ کسی سے بات کرنا چاہتا ہے تو اس سے کوئی بات نہیں کرتا لیکن اس کی صلۂ رحمی آکر کہتی ہے مسلمانو! یہ صلۂ رحمی میں پیش پیش رہتا تھا اس سے بولو چالو۔ آخر مسلمان اس سے باتیں کرنے لگتے ہیں۔ اور مصافحہ بھی کرتے ہیں۔ ایک امتی کو دیکھا کہ جہنم کے فرشتوں نے پریشان کر رکھا ہے لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر آکر ان کے ہاتھوں سے چھڑا لیتا ہے اور رحمت کے فرشتوں کے حوالے کر دیتا ہے۔ ایک امتی کو دیکھا کہ دو زانو بیٹھا ہے اور اس کے اور اللہ تعالےٰ کے درمیان پردہ حائل ہے لیکن اس کا حُسنِ خلق آتا ہے اور ہاتھ سے پکڑ کر اللہ تعالےٰ کے پاس لے جاتا ہے۔ ایک امتی کو دیکھا کہ اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں طرف سے دیا جاتا ہے لیکن اس کے پاس خوفِ الٰہی آکر اعمالنامہ لے کر دائیں طرف رکھ دیتا ہے۔ ایک امتی کو دیکھا کہ اس کی تول ہلکی ہو گئی ہے لیکن اس کے پاس کمسنی میں مر جانے والے بچے آتے ہیں اور اس کا وزن بھاری کر دیتے ہیں۔

ایک امتی کو دیکھا کہ جہنم کے کنارے کھڑا ہے۔ لیکن اس کے پاس اللہ سے امید آتی ہے اور وہاں سے ہٹا لیتی ہے۔ اور وہ چلا جاتا ہے۔ ایک امتی کو دیکھا کہ وہ آگ میں گر گیا ہے پھر آنسو کا وہ قطرہ آتا ہے جو اللہ تعالےٰ کے خوف سے گرا تھا اور اسے جہنم سے نکال لیتا ہے۔ ایک امتی کو دیکھا کہ پلصراط پر کھڑا ہے اور اس طرح کانپ رہا ہے جیسے آندھی سے کھجور کا تنکا ہلتا ہے لیکن اس کا حسنِ ظن آکر اس کی کپکپاہٹ کو دور کر دیتا ہے۔ ایک امتی کو دیکھا کہ وہ پلصراط پر گھسٹ رہا ہے۔ کبھی گھسٹتا ہے کبھی لڑھک جاتا ہے۔ لیکن اس کی نماز آکر اسے اس کے پیروں پر کھڑا کر دیتی ہے اور بچا لیتی ہے۔ ایک امتی کو دیکھا کہ جنت کے دروازوں پر پہنچ جاتا ہے، مگر دروازے بند ہو جاتے ہیں لیکن کلمہ توحید آ کر دروازے کھلوا دیتا ہے اور جنت میں داخل کرا دیتا ہے۔

حافظ ابو موسیٰؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی حسن ہے۔ اسے سعید بن مسیبؒ نے عمر بن ذرؒ اور علی بن زیدؒ سے روایت کرتے ہیں۔ انہی جیسی حدیثوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ نبیوں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے خواب بھی وحی ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تھا خواب میں کہ تلوار ٹوٹ گئی۔ یہ بھی دیکھا کہ گائے ذبح کی گئی اور آپ نے یہ تعبیر لی کہ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوگی۔ نیز آپؐ نے دیکھا کہ آپؐ عقبہ بن رافع کے گھر میں ہیں۔ اسی طرح سمرۃ علیؓ اور ابو امامہؓ والی صحیح روایتوں میں آپؐ کے ایک طویل خواب کا بیان ہے۔ جس میں برزخ میں عذاب دئیے جانے والوں کی سزاؤں کا ذکر ہے۔

غرضیکہ اس قسم کے خواب تعبیر کے محتاج ہوتے ہیں۔ مگر اس خواب میں عذابوں کے ساتھ ان عملوں کا بھی ذکر ہے جو صاحب عمل کو عذاب سے چھڑاتے ہیں۔

پہلے اکابرؒ نے اس حدیث کی عظمت بیان فرمائی ہے اور شیخ الاسلام نے اس حدیث شریف کی عظمت سنی۔ اور فرمایا۔ سنت کے اصول اس کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ بہترین حدیثوں میں سے ہے۔

بقیہ: مجلسِ ذکر

کے والدین اس کو یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔ اسی بناء پر وہ عہد الست کو فراموش کر کے اپنے اعمال و عقیدہ سے اس عہد کی تردید کر ڈالتا ہے۔

خوش بخت ہیں وہ لوگ جو کسی حال میں اللہ کی عبادت فرض تو درکنار نوافل سے بھی پہلو تہی نہیں کرتے اور ان کے قلوب ہر لمحہ اللہ کی یاد میں مصروف رہتے ہیں۔

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس اللہ سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ حج کے زمانہ میں طوافِ بیت اللہ سے فارغ ہونے کے بعد ضروری اشیاء کی خرید کے لیے بازار گیا تو عالم کشف میں مجھے دکھلایا گیا کہ ایک شخص اپنی دکان پر بیٹھا ہے ہاتھوں سے سامان تجارت کی فروخت ہو رہی ہے رقم کی وصولی جاری ہے، زبان سے بھاؤ کیا جا رہا ہے لیکن جب میں نے اس کے دل کی جانب توجہ کی تو اس کا دل اللہ کے ذکر میں مشغول پایا۔

سبحان اللہ، اللہ والوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ دنیا کی کوئی چیز انہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کر سکتی۔ اور خدا کی عبادت میں جو رکاوٹیں اور موانع انہیں پیش آئیں انہیں خاطر میں لائے بغیر وہ اللہ کی عبادت اور اپنی غرضِ تخلیق کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔

خداوند قدوس ہمیں اپنی غرضِ تخلیق پہچاننے اور اپنی عبادت کی بجا آوری کی بیش از بیش توفیق مرحمت فرمائے آمین یا الٰہ العالمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

★

اسلام اور حقوق العباد

الحاج محمود احمد عارف لاہوری

اپنے موضوع سے متعلق کچھ کہنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند لفظوں میں لفظ حقوق کی وضاحت کر دی جائے تاکہ قارئین کو اس لفظ کے معنوں کے سمجھنے میں کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ لفظ حقوق، حق کی جمع (PLURAL) ہے۔ ح ق، ق = حقَّ حقًّا ثابت اور واجب ہوتا۔ (المنجد، ص ۱۴۴ طبع بیروت) نیز لسان العرب بذیل مادہ) امام رازی نے تفسیر کبیر (ج ۱ ص ۳۰۴) میں لکھا ہے کہ:

الحقّ الثّابت الّذی لَایسوغُ اِنکارہٗ

"حق وہ امر ثابت ہے کہ جس کا انکار ممکن نہ ہو"۔

قرآنِ کریم میں یہ لفظ دو سو ستائیس دفعہ استعمال ہوا ہے (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ج ۸، ص ۴۳۸) تو گویا حق اسے کہا جاتا ہے جو (۱) ثابت ہو (۲) اس کا ماننا واجب ہو (۳) اس کا انکار ممکن نہ ہو۔

بنا بریں حقوق العباد کے معنی ہوئے کہ وہ فرائضِ اسلامیہ جو قرآن و احادیث سے ثابت اور جن کا ماننا واجب، جن کا انکار ممکن نہ ہو۔ علامہ سید سلیمان ندوی (سیرۃ النبی ج ۶ ص ۱۱، ۱۲) یہ اس لفظ کی بابت لکھتے ہیں:-

"عقائد اور عبادات کے بعد تعلیماتِ نبویؐ کی کتاب کا تیسرا باب اخلاق ہے۔ اخلاق سے مقصود بندوں کے باہمی حقوق و فرائض کے وہ تعلقات ہیں جنکو ادا کرنا ہر انسان کے لیے مناسب بلکہ ضروری ہے۔ انسان جب اس دنیا میں آتا ہے تو اس کا ہر سے تھوڑا بہت تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس تعلق کے فرض کو بہ حسن و خوبی انجام دینا اخلاق ہے۔ اس کے ماں باپ، اہل و عیال، عزیز، رشتہ دار، دوست احباب سب سے تعلقات ہیں، بلکہ ہر اس انسان سے اس کا تعلق ہے جس سے وہ محلہ، وطن، قومیت، جنسیت یا اور کسی نوع کا علاقہ رکھتا ہے بلکہ آگے بڑھ کر حیوانات تک سے اس کے تعلقات ہیں اور ان تعلقات کے سبب سے اس پر کچھ حقوق و فرائض عائد ہوتے ہیں۔"

امام غزالیؒ (احیاء العلوم ج ۲ ص ۱۵۲) پر لکھتے ہیں کہ:

"رشتۂ اخوت (و قرابت) دو افراد کے درمیان رشتۂ نکاح کی طرح تشکیل پاتا ہے۔ جس طرح رشتۂ نکاح کے سلسلے میں مخصوص فرائض عائد ہوتے ہیں اسی طرح رشتۂ اخوت و قرابت میں بھی متعلقہ حقوق کی ادائیگی ضروری ہے۔"

حقوق العباد کی اہمیت

اگرچہ درجے اور مقام کے اعتبار سے اوّلیت اور اولویّت حقوق اللہ کو حاصل ہے اور ہونی بھی چاہیئے، مگر اہمیت اور تاکید کے لحاظ سے حقوق العباد کا درجہ حقوق اللہ سے بھی بڑھا ہوا ہے، بالفاظِ دیگر شریعت صرف نماز روزے کی پابندی ہی کا نام نہیں بلکہ اس میں حقوق العباد بھی جزو لاینفک کی حیثیت سے شامل ہیں۔ احادیث میں بالصراحت یہ مذکور ہے کہ حقوق اللہ کے تارک کی بخشش اور مغفرت کا امکان ہے (اگر خدا تعالے چاہیں گے) لیکن حقوق العباد کی خلاف ورزی کرنے والے کو اس وقت تک معاف نہیں کیا جائیگا، جب تک صاحبِ حق اسے معاف نہ کر دے۔ (مسند احمدؒ بن حنبل)

ایک دفعہ آپؐ کی مجلس میں ایک ایسی خاتون کا ذکر ہوا، جو رات کو کثرت سے نوافل پڑھتیں اور دن کو روزے رکھتیں اور صدقات دیتی تھیں مگر اس کے رویے سے اس کے پڑوسی نالاں تھے آپؐ نے فرمایا کہ یہ عورت جہنمی ہے۔ اور ایک دوسری خاتون کا ذکر ہوا کہ وہ نمازیں تو زیادہ نہیں پڑھتی اور نہ ہی روزے زیادہ رکھتی ہے مگر اس کے رویّہ سے سارے پڑوسی خوش تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ جنتی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

اسی طرح ایک صحابی کی زبان پر جانکنی کے عالم میں کلمہ طیبہ جاری نہیں ہوتا تھا۔ آپؐ نے اس کی بوڑھی والدہ سے اس کے حقوق کو معاف کرنے کی درخواست کی۔ ضعیف والدہ نے جونہی معاف کیا فوراً کلمۂ طیبہ ان کی زبان پر جاری ہو گیا۔

(مشکوٰۃ شریف)

آپؐ سے پوچھا گیا کہ سب سے افضل کون ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرنے والا، رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے والا، اچھائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے والا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا معمولِ مبارک تھا کہ جس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے تشریف لے جاتے سب سے پہلے یہ سوال کرتے کہ آیا اس پر قرض تو نہیں۔ اگر اس پر قرض نہ ہوتا تو آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھاتے ورنہ پڑھے بغیر تشریف لے آتے تھے۔

حقوق العباد کی ترتیب

یوں تو تھوڑے بہت حقوق ہر مذہب نے اپنے پیروؤں پر عائد کیے ہیں مگر ان میں وہ جامعیت اور کاملیت نظر نہیں آتی جو اسلام کا طغرائے امتیاز ہے۔ بدھ مت میں انسانوں اور جانوروں نیز اہلِ ملک اور قرابت داروں کے درمیان کوئی تمیز روا نہیں رکھی گئی۔ حالانکہ کہ گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی کا اصول اپنی جگہ پر اٹل اور محکم ہے۔

ہندو مت میں جانور اور انسان کا قتل برابر کا درجہ رکھتا ہے یہودیت اور عیسائیت میں تمام قرابت داروں میں سے صرف ماں باپ کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن اسلام نے حقوق و فرائض کی اس طرح تدوین و تشکیل کی کہ اس میں ایک طرف تو چھوٹی رشتہ داری سے لے کر بڑی رشتہ داری تک تمام حقوق شرح و بسط کے ساتھ آ جاتے ہیں اور دوسری طرف درجات اور مراتب کو بھی خصوصی طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اسلام میں حقوق العباد کی ترتیب تعلقات کی نوعیت پر قائم ہے۔ جس سے تعلقات دوہرے ہیں حقوق کی ادائیگی میں اس کا درجہ مقدم ہے۔ اسکا طرح درجہ بہ درجہ تمام قرابت داروں کے حقوق کی تفصیل بیان کی گئی ہے، جیسا کہ سورۃ النساء: ۳۶ میں ہے، ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو، اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ، اور رشتہ دار پڑوسی، نیز اجنبی پڑوسی اور ساتھی کے ساتھ اور غلاموں کے ساتھ۔

حقوق العباد کیا ہیں

حقوق العباد کا نام تو بہت سننے میں آتا ہے مگر بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ حقوق العباد کیا ہیں۔ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم (ج ۲، ص ۱۵۲ - ۱۶۰) میں رشتہ داروں، عزیزوں، پڑوسیوں کے مندرجہ ذیل آٹھ حقوق بتائے ہیں:

۱۔ بوقتِ ضرورت ان کی مالی اعانت کرنا۔
۲۔ ضرورت پڑنے پر ان کی جسمانی اعانت کرنا۔
۳۔ ان کی برائیوں کی پردہ پوشی کرنا۔
۴۔ زبانی و کلامی حمایت و توصیف کرنا۔
۵۔ ان کے کسی نازیبا سلوک پر عفو و درگزر سے کام لینا۔
۶۔ زندگی اور زندگی کے بعد بھی ان کے حق میں دعاء خیر کرتے رہنا۔
۷۔ وفا اور اخلاص کے ساتھ ان سے معاملہ کرنا۔
۸۔ ان کے معاملات میں حتی الوسع تخفیف سے کام لینا۔

یہ تو رشتہ داروں اور قرابت مندوں کے حقوق ہوئے۔ عام مسلمانوں کے بھی کچھ حقوق ہیں، مثلاً:

۱۔ ملاقات کے وقت سلام کرنا۔
۲۔ دعا کا دعا سے جواب دینا۔
۳۔ چھینک کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا۔
۴۔ بیماری میں عیادت کرنا۔
۵۔ جنازے میں شرکت کرنا۔
۶۔ اگر وہ تمہارے بارے میں قسم کھالیں تو اسے پورا کرنا۔
۷۔ پس پشت عزت کے ساتھ ذکر کرنا۔
۸۔ ان کے لیے وہی پسند کرنا جو اپنے لیے پسند ہو اور وہی ناپسند کرنا جو اپنے لیے ناپسند ہو۔

(احیاء العلوم ج ۲، ص ۱۷۰)

اگر یہ عمومی حقوق خصوصی حقوق کے ساتھ جمع کر دیئے جائیں

تو رشتہ داری کے حقوق کی تعداد (۸ + ۹) ۱۷ بن جاتی ہے، تو گویا ہر رشتہ دار کے سترہ حقوق واجب الادا ہیں۔ والدین کے سلسلے میں اس تعداد میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

یہاں تک تو حقوق العباد پر ایک مجمل سی بحث تھی اب اس کی تھوڑی سی تفصیل بھی سُن لیجیے۔ حقوق کی ترتیب حسب ذیل ہو گی۔

۱۔ والدین

حقوق العباد میں سرِ فہرست والدین کا نام آتا ہے۔ جس طرح خدا تعالےٰ بحیثیت خالق و مالک ہونے کے معبود و مسجود ہونے کے لائق ہیں، اسی طرح والدین بھی بحیثیت مربّی و معلّمِ اوّل ہونے کے سبب لائقِ صد تعظیم و تکریم ہیں۔ قرآنِ پاک میں عبادتِ خداوندی کے بعد سب سے زیادہ اطاعتِ والدین پر زور دیا گیا ہے۔ قرآنِ پاک میں ۱۲ مقامات پر والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم ہے۔ (سیرۃ النبی ج ششم ص ۲۱۶) آپؐ کا ارشاد ہے کہ ماں باپ سے حسنِ سلوک سے پیش آنا، نماز، روزے، حج، زکوٰۃ سے بھی بہتر ہے (احیاء العلوم ج ۲ ص ۱۹۲)۔

آپؐ کا ارشاد ہے کہ جنت کی خوشبو پانچ سو برس کی مسافت تک پہنچے گی مگر ماں باپ کا نافرمان جنت سے اس قدر دُور ہو گا کہ اسے جنت کی ہَوا بھی نہیں لگے گی۔ (الطبرانی) اور یہ بھی فرمانِ اقدسؐ ہے کہ ماں کی دعا اولاد کے حق میں سب سے زیادہ مقبول ہوتی ہے۔ (احیاء العلوم ج ۲، ص ۱۹۲)

آپؐ نے اس شخص کے حق میں بد دعا فرمائی جو والدین میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے، پھر ان کی خدمت کر کے اپنی مغفرت نہ کرا لے (مشکوٰۃ المصابیح) قرآنِ پاک میں والدین کے مندرجہ ذیل خصوصی حقوق مذکور ہیں:۔

۱۔ ان سے حسنِ سلوک سے پیش آنا۔

۲۔ ان کے سامنے کبھی اونچی آواز سے نہ بولنا حتیٰ کہ اُف بھی نہ کرنا۔

۳۔ ان کے حق میں ہمیشہ دعاءِ خیر کرتے رہنا۔

۴۔ اگرچہ وہ مشرک بھی ہوں تب بھی ان کی فرمانبرداری میں کوتاہی نہ کرنا۔

ان کی ہمیشہ اطاعت و فرمانبرداری کرتے رہنا۔

ان کی خدمت کے لیے ہر وقت کمربستہ رہنا۔

۱۰ البقرہ، بنی اسرائیل، لقمان، الاحقاف

یہ حقوق سترہ رشتہ داری کے حقوق کے علاوہ ہیں۔ اس طرح والدین کے ۲۳ حقوق واجب الادا ہوتے ہیں۔

یوں تو ماں اور باپ دونوں ہی لائقِ تعظیم و تکریم ہیں لیکن ان دونوں میں سے بھی ماں کا درجہ زیادہ ہے۔ بقول سید سلیمان ندویؒ:

"عورت کی فطری کمزوری، بیچارگی، وضعِ حمل اور تربیتِ اولاد کی تکلیفوں کو ہنسی خوشی برداشت کرنا ماں کی بڑائی اور اس کی فرمانبرداری کرنے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔"

ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ میں کس کی خدمت کروں؟ آپؐ نے تین دفعہ اسی سوال کے جواب میں فرمایا، ماں کی۔ پھر چوتھی بار فرمایا کہ باپ کی۔ ماں کے اسی مقام کو واضح کرتے ہوئے آپؐ کا ارشاد ہے کہ جنّت ماں کے قدموں تلے ہے۔ (ترغیب و ترہیب) قرآنِ پاک کی متعدد آیات میں ماں کی خصوصی طور پر مدح کی گئی ہے۔ (الاحقاف)

ماں کے بعد دوسری واجب الاحترام ہستی والد گرامی قدر کی ہے۔ اس لیے اس کی عزت کرنے، تعظیم بجا لانے اس کی فرمانبرداری، معاملات میں اس سے معاونت کرنے کا حکم ہے۔ حدیث میں ہے کہ خدا کی خوشنودی باپ کی خوشنودی میں ہے۔

۲۔ اولاد کے حقوق

اسلام نے جس طرح اولاد پر والدین کے حقوق عائد کیے ہیں اسی طرح والدین پر بھی اولاد کے کچھ حقوق واجب کیے ہیں۔ دوسرے مذاہب اس ذکر سے یکسر خالی ہیں۔ آپؐ کا جامع ارشاد ہے۔ "جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی عزت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔" (الترمذی)

اولاد کے حقوق کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ <u>اولاد کے جینے کا حق۔</u>

عربؐ میں قبل از اسلام لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کا رواج عام تھا۔ اسلام نے اس رسم کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا اور ماں باپ کو اولاد کے جس پہلے حق کی تلقین کی وہ یہ ہے کہ انہیں ان کے جینے کا حق دیا جائے۔

۲۔ <u>نشوو نما کا حق</u>

بچے کا اسلامی نام رکھنا اور اس کی پرورش کرنا، دودھ پلانا ہر طرح کی نگرانی رکھنا، بالغ ہونے تک اس کے اخراجات کی کفالت کرنا وغیرہ وغیرہ اس کے تحت آجاتے ہیں۔

۳۔ تعلیم و تربیت کا مناسب بندوبست کرنا۔ خاص طور سے اسلامی تعلیم دلانا۔

۴۔ لڑکی اور لڑکے میں امتیاز نہ برتنا۔

عرب میں لڑکی کو بُری نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔ اسلام نے مرد عورت دونوں کو یکساں حیثیت دی بلکہ لڑکی کی پرورش کرنا خدا کے ہاں لڑکے کی پرورش کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ جو دو لڑکیوں کی پرورش کرے گا... قیامت میں میرا اور اس کا رتبہ (دو انگلیوں کو اٹھا کر فرمایا کہ) یوں ہوگا۔ (صحیح مسلم) اسی طرح آپؐ کا ارشاد ہے کہ جسے خدا نے لڑکی دی اور وہ اسے زندہ رکھے اور اس کی بے توقیری نہ کرے اور نہ اس پر لڑکے کو ترجیح دے تو خدا تعالیٰ اسے جنّت میں داخل فرمائیں گے۔ (سنن ابو داؤد)

۵۔ <u>چھوٹے بڑے میں تفریق نہ کرنا</u>

عام طور پر پہلوٹھے اور بڑے لڑکے کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ اسلام اس طریقِ کار کا مخالف ہے اس کی تعلیم یہ ہے کہ والدین کا سلوک اولاد کے ساتھ یکساں اور برابر ہونا چاہیئے۔ چھوٹے اور بڑے کی تفریق کرنا، اسلامیت کی روح کے منافی ہے۔ ایک صحابی نے اپنے ایک بیٹے کو غلام بخش دیا۔ آپؐ کے سامنے ذکر ہوا تو آپؐ نے پوچھا کہ کیا تم نے تمام بیٹوں کو ایک ایک غلام دیا ہے؟ جواب نفی میں ملا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عطیہ ظالمانہ ہے۔

۳۔ حقوقِ زوجین

حقوقِ زوجین کا مسئلہ ہر زمانے اور ہر تہذیب میں ایک پیچیدہ ترین مسئلے کی شکل میں موجود رہا ہے۔ کسی زمانے میں عورت کی بنیادی حیثیت ہی کو تسلیم نہ کیا گیا، اور کسی دور میں اسے اس کی اپنی حیثیت سے بھی بہت اٹھا دیا گیا۔ اسلام نے دنیا میں پہلی دفعہ زوجین کے حقوق کی اس طرح درجہ بندی کی کہ اگر ان خطوط پر کسی خاندان کی تشکیل کی جائے تو کسی جھگڑے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۴۔ غلاموں کے حقوق

انسانیت کے کمزور طبقوں میں سے ایک طبقہ غلاموں کا بھی ہے۔ اسلام نے اس کمزور اور بے سہارا طبقے کے بھی مسلمانوں پر کچھ حقوق عائد کیے ہیں۔ ان کے حقوق مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اگر استطاعت ہو تو غلام کو آزاد کر دیا جائے۔

۲۔ کفارۂ قتل، کفارۂ یمین، کفارۂ ظہار میں غلام آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہو جاتا ہے۔

۳۔ اگر کوئی غلام آزادی حاصل کرنے کا مشتاق ہو تو اس کی اس سلسلے میں مدد کی جائے۔

۴۔ اپنے غلاموں سے شرافت آمیز سلوک کیا جائے۔

۵۔ ان کا کھانا پینا اور پہننا ویسا ہی ہو جیسا تمہارا اپنا ہے۔

۶۔ مدبر یا مکاتب سے کیے گئے عہد و پیمان کا پاس کیا جائے۔

ان حقوق سے غلام اس خاندان کا ایک فرد بن کر اسی میں اپنی انفرادیت کو گم کر دیتا ہے۔

۵۔ مہمان کے حقوق

انسان مدنی الطبع ہے اسے دوسروں سے ملنے جُلنے، اٹھنے بیٹھنے گھریلو آمد و رفت وغیرہ کے سلسلے میں ہزار ہا دفعہ دوسروں کا مہمان بننا پڑتا ہے، اسی طرح دوسرے بھی اسے میزبانی کا شرف بخشتے ہیں۔ اسلام نے مہمان کے حقوق بھی رکھے ہیں اور آداب بھی، جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

۱۔ مہمان اور میزبان میں گفتگو کی ابتدا سلام سے ہونی چاہیئے۔

۲۔ مہمان کے کھانے پینے کا فوراً بندوبست کرنا چاہیئے۔

۳۔ مہمانوں کے لیے کھانے پینے کے سامان کی تیاری مخفی طریقے سے ہونا چاہیئے۔

۴۔ مہمانوں کو آرام کرنے کا موقع دینا چاہیئے۔

۵۔ مہمانوں کے سامنے اپنی وسعت کے مطابق عمدہ سے عمدہ کھانا پیش کرنا چاہیئے۔

۶۔ کھانا مہمانوں کے سامنے پیش کر کے انہیں حکم نہیں بلکہ التماس کرنا چاہیئے۔

۷۔ مہمانوں کی جائز ضروریات بدرجہ احسن پوری کی جانی چاہیئے۔

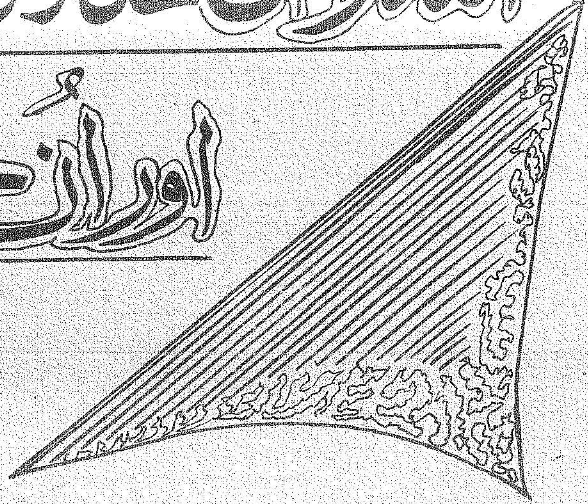
۶۔ مسلمانوں کے باہمی حقوق

ان مخصوص رشتہ داروں کے علاوہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان سے ملّی اخوت رکھتا ہے اس لحاظ سے اس کے بھی کچھ حقوق و فرائض ہیں جن کی تفصیل امام غزالیؒ کے حوالے سے بیان ہو

(باقی ۲۴ پر)

اسلامی حدود اور اُن کی شرعی حکمت

الشیخ ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر الازھری



معاشرہ کا سماجی ڈھانچہ پانچ چیزوں پر استوار ہوتا ہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک میں خلل آجائے تو اس سے معاشرہ کی بنیادیں متزلزل ہو جاتی ہیں، اس کا امن و سکون غارت ہو جاتا ہے، اور معاشرے کا ہر فرد کرب اور بے چینی کا شکار ہو جاتا ہے۔ وہ پانچ چیزیں یہ ہیں، عقیدے کا تحفظ، نسب کا تحفظ، عزت و آبرو کا تحفظ، جان کا تحفظ اور املاک کا تحفظ۔

چنانچہ ہر عقل مند انسان جس کی ذہنیت غلط تربیت یا فاسد ماحول کی بنا پر مسخ نہ ہو گئی ہو، وہ اپنے دین، اپنے نسب، اپنی جان، اپنی عقل اور اپنے املاک کو عزیز رکھتا ہے، اور ان کے تحفظ کا خواہاں ہے وہ چاہتا ہے کہ اس کا دین اور عقیدہ محفوظ رہے اس کی عزت و آبرو اور جان و مال پر کوئی آنچ نہ آئے اس کا نسب ہر غلط آمیزش سے پاکیزہ ہو، اس کی عقل ہر قسم کے فتور سے محفوظ رہے اور وہ ہر اعتبار سے امن و سکون اور راحت کی زندگی بسر کرے اور اللہ کی ذات کے سوا اسے کسی کا خوف نہ ہو، وہ چاہتا ہے کہ جس معاشرہ میں وہ زندگی بسر کر رہا ہے وہ امن و سلامتی کا گہوارہ ہو، اس میں خیر اور عدل و انصاف کے چرچے ہوں، اس میں دینی اور اخلاقی اقدار کی قدر و قیمت کو ٹھیک طور سے محسوس کیا جاتا ہو اور اس سے شر و فساد کے آثار کا خاتمہ ہو جائے۔ وہ اپنے معاشرے کو ایک پُر امن باوقار اور ترقی یافتہ مثالی معاشرہ دیکھنا چاہتا ہے۔

جو قوتِ حاکمہ معاشرے کو کنٹرول کر رہی ہو یہ فرض اس پر عائد ہوتا ہے کہ وہ معاشرے کے ہر فرد کو ان پانچ بنیادی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دے اور ان سماج دشمن عناصر کی گوشمالی کرے۔ جو معاشرے کی بنیادوں کو منہدم کرکے پورے معاشرے کو تہ و بالا کر دینا چاہتے ہیں۔ اسلامی حدود و قصاص اور شرعی تعزیرات کی مشروعیت کا ایک اہم مقصد یہی ہے۔

اسلام نے انسان کو ساری مخلوق سے بلند مقام بخشا ہے اور اسے دوسری مخلوق پر عزت و فوقیت عطا کی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ولقد کرمنا بنی آدم (سورۂ اسراء آیت ۷۰)

"اور ہم نے عزت دی آدم کی اولاد کو"

(ترجمہ: شیخ الہندؒ)

اور اس کے عقیدہ، نسب، عقل، جان اور مال کی تحفظ کی ضمانت دی ہے۔ دین اور عقیدہ کی حفاظت کے لیے جہاد کو شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

و قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم
ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔

(سورہ بقرہ، آیت ۱۹۰)

"اور لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو لڑتے

یا تم سے اور کسی پہ زیادتی مت کرو بیشک
اللہ ناپسند کرتا ہے زیادتی کرنے والوں کو "۔
نسب اور عزت کی حفاظت کے لیے نکاح کو مشروع کیا اور زنا اور تہمت لگانے کو حرام قرار دیا اور ان جرائم کے ارتکاب کرنے والے کے لیے حدود جاری فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے :

الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة ولا تأخذكم بهما رأفة في دين الله ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر وليشهد عذابهما طائفة من المؤمنين ۔ (سورہ نور، آیت ۲)

" بدکاری کرنے والی عورت اور مرد، مارو ہر ایک کو دونوں میں سے سَو سَو دُرّے اور نہ آوے تم کو ان پر ترس اللہ کے حکم چلانے میں، اگر تم یقین رکھتے ہو اللہ پر اور پچھلے دن پر، اور دیکھیں ان کی سزا کچھ لوگ مسلمان ۔"

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

والذين يرمون المحصنات ثم لم يأتوا بأربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة أبدا وأولئك هم الفاسقون ۔

(سورہ نور، آیت ۴)

" اور جو لوگ عیب لگاتے ہیں پاک دامنوں کو، پھر نہ لاتے چار مرد شاہد تو مارو ان کو اسّی دُرّے، اور نہ مانو ان کی کوئی گواہی کبھی، اور وہی لوگ ہیں نافرمان "۔

اسلام عقل کی بھی حفاظت کرتا ہے، اس لیے اس نے شراب اور دیگر منشیات کو حرام قرار دیا اور اس کے پینے پر حد مقرر کی ہے، وہ ہر فرد کی جان کی بھی حفاظت کرتا ہے اس لیے قتل کو جرم قرار دیا اور اس کے لیے قصاص کو مشروع کیا ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

يا ايها الذين آمنوا كتب عليكم القصاص في القتلى

(سورۂ بقرہ، آیت ۱۷۸)

" اے ایمان والو فرض ہوا تم پہ قصاص مقتولوں میں "۔

اور فرمایا :

ولكم في القصاص حياة يا اولي الألباب

(سورۂ بقرہ، آیت ۱۷۹)

" اور تمہارے واسطے قصاص میں زندگی ہے اے عقلمندو! "

وہ مال کی بھی حفاظت کرتا ہے، اس لیے اس نے حلال کمانے پر زور دیا ہے اور اس نے تجارت اور دیگر حلال وسائل کو مشروع کیا ہے اور ناحق دوسرے کا مال کھانے کو حرام ٹھہرایا اور چوری کی سزا مقرر کی ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما جزاء بما كسبا نكالا من الله والله عزيز حكيم ۔ (سورہ مائدہ، آیت ۳۸)

" اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت کاٹ ڈالو ان کے ہاتھ، سزا میں ان کی کمائی کی۔ تنبیہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ غالب ہے حکمت والا "

اسلام کے اقدامات سے ثابت ہوا کہ وہ ان کلیاتِ خمسہ (دین، نسب، عقل، جان، مال) کے تحفظ کو کتنی اہمیت دیتا ہے اور ان کی حفاظت کے لیے اسلامی معاشرہ کے ہر فرد کی کیسی صحیح اور حقیقی تربیت کرتا ہے، وہ ان کے ضمیر کو زندہ کرتا ہے، ان کی معنوی روح کو بلند کرتا۔ ان میں روحانی و اخلاقی اقدار کی عظمت پیدا کرتا ہے۔ ان میں الفت و محبت، ایثار و قربانی اور باہمی اکرام و احترام کا جذبہ پیدا کرتا ہے ۔ یہ تربیت اسلامی تعلیمات اور صالحین کی مجالست سے حاصل ہوتی ہے اور اس تربیت کے بعد اسلامی معاشرے کا ہر فرد اپنے معاشرے کا ایک مفید رکن بن جاتا ہے، وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی پسند کرتا ہے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے، اور جس چیز کو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے وہ دوسرے کے لیے بھی ناپسند کرتا ہے اور جیسے اپنی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کو ضروری سمجھتا ہے اسی طرح دوسرے کی جان، عزت اور مال کی بھی حفاظت کرتا ہے اور اس پہ دست درازی کو ایسا ہی بُرا سمجھتا ہے جیسے اپنے اوپر دست درازی کو بُرا سمجھتا ہے ۔ اس کے نفس میں ایک ایسی قوت پیدا ہو جاتی ہے جو اسے خیر پہ آمادہ کرتی ہے اور شر اور دوسرے پر دست درازی سے روکتی ہے ۔ حقیقت میں یہ وہ مثالی معاشرہ ہے جس میں

شخص اس مجرم کی مانند ان وحشی جرائم کا ارتکاب نہیں کر رہا!

فانها لاتعمی الابصار ولکن
تعمی القلوب التی فی الصدور۔
(سورۂ حج، آیت ۴۶)

"بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں بلکہ سینوں کے اندر دل اندھے ہیں"۔

نیز یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اعداء اسلام کے یہ اعتراضات کوئی نئی چیز نہیں جو ان کے اذہان کی اختراع ہو بلکہ قدیم زمانے سے ائمہ ضلال اس قسم کی باتیں کہتے رہے ہیں اور ہمیشہ اہلِ حق نے واضح اور مسکت جواب دے کر ان کو خاموش کیا ہے، چنانچہ ان ہی ائمہ ضلال میں سے ایک نے سرقہ کی سزا قطع ید کے بارے میں اعتراض کرتے ہوئے کہا تھا:

ید بخمس مئین عسجد وُدِیت ما بالها
قطعت فی ربع دینار

"وہ ہاتھ جس کی دیت پانچ سو دینار ادا کی گئی کیا وجہ کہ اسے ربع دینار کے بدلے کاٹ دیا گیا۔

اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی کا ہاتھ غلطی سے کسی نے کاٹ دیا تو اس کی دیت پانچ سو دینار ادا کی جاتی ہے، لیکن عجیب بات ہے کہ یہی ہاتھ اگر چوتھائی دینار چوری کرے تو اس کے بدلے میں کاٹ دیا جاتا ہے۔

ایک عالم نے اس کا جواب یوں دیا:

عزّ الامانة أغلاها وأرخصها
ذلّ الخیانة فافهم حکمة الباری

"امانت کے اعزاز نے اسے قیمتی بنا دیا تھا اور خیانت کی ذلت نے اسے بے قیمت بنا دیا۔ اللہ کی حکمت کو سمجھ لو"۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ جب یہ ہاتھ امانت دار تھا کسی کے مال پر تعدی نہیں کرتا تھا تب تو یہ قیمتی تھا اور جب اس نے دوسرے کے مال پر تعدی کر کے خیانت کی تو بے قیمت اور ذلیل ہو گیا۔

ان اعدائے اسلام کی بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ شرعی حدود پر اعتراض کرتے ہوئے انہیں انسانوں کے بنائے قوانین پر قیاس کرتے ہیں۔ ایسے انسان جو نورِ ایمان سے محروم ہیں جو صرف مادی عقل سے سوچتے ہیں اور جنہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کل کے حالات کیسے ہوں گے، وہ اپنے موجودہ ماحول کے حالات کو دیکھ کر ان ہی کی روشنی میں قوانین وضع کرتے ہیں اس لیے کل جب حالات بدل جاتے ہیں تو "مجبوراً" انہیں وہ قوانین بدلنے پڑتے ہیں۔ اعداء اسلام اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ شرعی حدود انسان کی وضع کردہ حدود نہیں، بلکہ وہ آسمانی حدود ہیں جن کو ایک ایسی ذات نے اتارا ہے جو خالقِ بشر ہے اور جو انسان کی خصلت و جبلت اور اس کی طبیعت و مزاج سے واقف ہے، جو قیامت تک کے آنے والے حالات سے واقف ہے، جو یہ جانتا ہے کہ فلاں جرم کتنا سنگین ہے، اس کی ٹھیک ٹھیک سزا جو عدل کی ترازو میں تول کر دی جائے کتنی ہونی چاہیے، اور جسے یہ خبر ہے کہ فلاں جرم کا ارتکاب معاشرے پر کیا تباہی لا سکتا ہے اور اس کی روک تھام کیسے ہو سکتی ہے۔ اس نے جب یہ حدود اتاری ہیں تو انہیں انسان کی اصلاح کے لیے اتارا ہے اور اس نے انسانی معاشرے کو امن اور چین مہیا کرنے کیلئے یہ تریاق نازل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان پڑھیئے:

ولکم فی القصاص حیاة یا اولی الالباب۔
(البقرہ: ۱۷۹)

"اور تمہارے "قصاص" میں زندگی ہے اے عقلمندو!"

حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حدود قصاص کے جو قوانین عطا کیے ہیں وہ انسانی ذہن کی اپج نہیں جو آئے دن انسانی معاشرے پر قانونِ سزا نافذ کرنے کی مشق کرتے رہتے ہیں اور عطائی کی طرح جب ایک نسخہ فٹ نہیں آتا تو دوسرا بدل دیتے ہیں۔ نہیں، بلکہ یہ خدائی قوانین ہیں، جنہیں اس کے علم محیط اور حکمتِ کاملہ نے جرائم کی ٹھیک ٹھیک تشخیص کرنے کے بعد تجویز فرمایا ہے اور انہی کے نفاذ میں باعزت اور پُر امن زندگی کی ضمانت ہے لیکن جو عقول کہ حق کو سمجھنے سے قاصر ہیں یا جو مادیت اور شہوات میں غرق ہو کر فاسد ہو چکی ہیں وہ اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتیں۔ لہٰذا انہیں اسلام کے بجائے اپنے آپ کو ملامت کرنا چاہیے۔

امن و امان ہو اور عدل و انصاف کا دور دورہ ہو، ہماری اسلامی تاریخ کا ابتدائی دور ان مثالوں سے بھرا پڑا ہے۔ ہم پر ایسا دور بھی گذرا ہے جب قاضی صاحب مہینوں عدالت لگائے بیٹھے رہتے تھے اور ایک مقدمہ بھی ان کے یہاں پیش نہیں ہوتا تھا، عورت تنہا سفر کرتی تھی اور اسے اللہ کی ذات کے سوا کسی کا خوف نہ ہوتا تھا، کسی کی مجال نہ تھی کہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے۔ یہ راحت و سکون، یہ امن اور چین، یہ عدل و انصاف جانتے ہو کس چیز کا نتیجہ تھا؟ اسلامی تعزیرات کا، اسلامی تعلیم و تربیت کا، اور اسلامی اقدار کا۔ ہر معاشرے میں کچھ مریض نفوس بھی ہوتے ہیں جن پر تربیت و نصیحت کا کچھ اثر نہیں ہوتا وہ صرف سختی کی زبان جانتے ہیں اور انہیں جرائم سے صرف حدود اور عقوبات ہی روک سکتی ہیں، معاشرے میں ایسے افراد کی مثال جسم کے ان مریض اعضاء کی سی ہے جن کے علاج کے لیے ٹیکے لگانے اور آپریشن کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جبکہ ان کے ٹھیک ہونے کی اُمید ہو اور بیماری اپنے ابتدائی مرحلہ میں ہو۔ لیکن اگر کوئی عضو گل سڑ جائے تو اسے کاٹ کر جسم سے الگ کیے بغیر چارہ نہیں رہتا تاکہ اس کا زہر دوسرے اعضاء تک سرایت کر کے پورے جسم کی ہلاکت کا سبب نہ بنے۔ اسلامی حدود اور تعزیرات کا مقصد بھی انہی معاشرتی مریضوں کا علاج ہے تاکہ وہ صحت یاب ہو کر معاشرے کے صحت مند افراد بن سکیں اور ایک صاف ستھرا اسلامی معاشرہ قائم رہے۔

کسی فرد کے عقیدہ، اس کی عزت، اس کی جان، اس کی عقل اور اس کے مال پر کسی قسم کی دست درازی اسلام کی نظر میں بہت بڑا جرم ہے جس سے معاشرتی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے اس لیے اس پر سخت اقدامات کیے گئے تاکہ مجرم کو ارتکاب جرم سے باز رکھا جائے اور معاشرے سے فساد کا مادہ ختم کر دیا جائے۔ اسلامی معاشرہ میں جب کسی شخص کو اس کا نفس اور شیطان کسی جرم کے ارتکاب پر آمادہ کرے گا تو وہ ارتکاب جرم سے پہلے بار بار پاداش عمل کو سوچنے پر مجبور ہو گا اور ہوش میں آ کر اس غلط ارادہ کو عملی جامہ پہنانے سے باز رہے گا۔

اعداء اسلام جنہیں اللہ تعالیٰ نے نورِ ایمان سے ہی نہیں بلکہ معاشرتی امن کی حقیقی بنیادوں کو سمجھنے سے بھی محروم رکھا ہے وہ ان شرعی حدود پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں اور انہیں (نعوذ باللہ) "وحشیانہ سزاؤں" سے تعبیر کرتے ہیں، حالانکہ بعض دفعہ وہ خود اپنے ملکوں میں معمولی جرائم پر اس سے بھی سخت سزائیں جاری کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہ سب باتیں اسلام سے کینہ و عداوت اور بغض و عناد کی بناء پر کہی جاتی ہیں۔

ان دانشمندوں سے کوئی پوچھے کہ کیا ان سنگین جرائم کا ارتکاب "وحشی پن" نہیں؟ اور جب معاشرے میں چند انسان نما بھیڑیے گھناؤنے جرائم کا ارتکاب کر کے "وحشی" بن جائیں، اور اربابِ اقتدار معاشرے کو ان "وحشیوں" سے نجات دلانے کے لیے کوئی ٹھوس اقدام نہ کریں، تو کیا چند دنوں میں وہ پورا معاشرہ "وحشی" نہیں بن جائے گا؟ کوئی عقلمند انسان ان گھناؤنے جرائم کی سنگینی اور وحشی پن سے انکار نہیں کر سکتا جس کا ارتکاب یہ مجرم کرتا ہے اور جس کا دفاع یہ اعداء اسلام کر رہے ہیں۔

ذرا سوچیے کیا بلا وجہ کسی بے گناہ کی جان تلف کر دینا "وحشی پن" نہیں؟ جو ایک مجرم معمولی اسباب کی بناء پر قتل کر کے اس کی بیوی کو بیوہ اور اس کے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کو یتیم بنا دیتا ہے اور انہیں اپنے والد کے سایۂ عاطفت سے محروم کر دیتا ہے؟

کیا یہ وحشیانہ حرکت نہیں کہ ایک مجرم پل بھر میں ایک مزدور یا ملازم کی مہینوں اور سالوں کی خون پسینے کی کمائی اُڑا لے جاتا ہے اور اسے اور اس کے اہل و عیال کو ضروریاتِ زندگی تک سے محروم کر دیتا ہے؟

ایک شہر یا ایک محلہ کے باشندے نہایت امن و امان کی زندگی بسر کر رہے ہیں، انہیں اپنی عزت جان اور مال کا کوئی خطرہ نہیں، یکایک ایک مجرم آ کر ان سب کی زندگی مکدر کر دیتا ہے اور ان کے امن اور سلامتی کو خوف اور پریشانی سے بدل دیتا ہے، کیا یہ وحشی پن نہیں ہے؟ اور پھر جو شخص ایسے مجرم کی پشت پناہی کرتا ہے اور اس سے تعاون کرتا ہے یا اس پر رحم کھاتا ہے جسے بے گناہ مخلوق کمزوروں، یتیموں اور بیواؤں پر ترس نہیں آتا کیا یہ

اگر چمگادڑ سورج کو نہیں دیکھ سکتی تو سورج کا اس میں کیا قصور ہے۔

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک شبہہ کا ازالہ کیا جائے جو اعدائے اسلام عامۃ المسلمین میں پھیلا کر حدود کے بارے میں غلط تاثر پیدا کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں وہ تاثر یہ دیا جا رہا ہے کہ اگر شرعی حدود جاری ہوں تو ہر طرف ہاتھ کٹے نظر آئیں گے، جگہ جگہ سنگساری ہو رہی ہو گی، کوڑوں کے لیے ٹکٹکی بندھی ہوئی ہو گی۔

گویا یہ لوگ پہلے سے فرض کر لیتے ہیں کہ اسلامی معاشرہ کی اکثریت چوروں، زانیوں اور شرابیوں کی ہے، استغفر اللہ، ممکن ہے مغربی معاشروں کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہو۔ اور اعدائے اسلام نے اپنے معاشروں کو دیکھ کر اسلامی معاشرہ کو بھی اسی پر قیاس کر لیا ہو، مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ اسلامی معاشرے کے بارے میں صرف بدگمانی نہیں بلکہ تہمت ہے۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر کسی نے پھل توڑ لیا، یا لکڑی کاٹ دی یا کوئی اور معمولی چیز چرا لی فوراً ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اس کے بارے میں اتنا سمجھ لیا جائے کہ اسلام نے جہاں جرائم پر حدود جاری کرنے کا حکم دیا ہے وہاں اس کے ساتھ ساتھ قیود اور شرائط بھی لگائے ہیں۔ جب تک وہ سب شروط نہ پائے جائیں گے، اس وقت تک شرعی حد جاری نہیں ہوتی اور اگر تمام شروط موجود ہوں اور ایک شرط کی کمی ہو تب بھی حد ساقط ہو جاتی ہے۔ اگر اس میں کسی قسم کا معقول شبہہ پیدا ہو جائے، تب بھی حد ساقط ہو جاتی ہے۔

مثال کے طور پر چوری کی سزا کو لے لیجئے۔ اس کے ثبوت کے لیے کچھ شرائط ایسی ہیں جن کا تعلق مسروقہ مال سے ہے اور مسروقہ مال کی بھی ایک قیمت مقرر ہے اس سے کم نہ ہو۔ ان تمام شرائط کے پائے جانے اور شرعی شہادت کے بعد حد جاری ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ شریعت نے اس کی بھی اجازت دی ہے کہ صاحبِ حق اگر چاہے تو سارق کا معاملہ عدالت تک پہنچنے سے پہلے اسے معاف بھی کر سکتا ہے۔ اس کی تفصیل اسلامی قانون (فقہ) میں موجود ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر کسی شرط کی کمی یا شبہہ کی بناء پر حد ساقط ہو جائے تو مجرم بالکل چھوٹ جائے گا یا وہ اس کو بہانہ بنا کر دوبارہ اس جرم کا ارتکاب کرنے لگے، ایسی صورت میں عدالت پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس مجرم کو مناسب سزا دے تاکہ جرائم کا انسداد ہو اور معاشرہ ہر قسم کے فساد سے پاک ہو جائے۔

بقیہ: اسلام اور حقوق العباد

چکی ہے۔

۷۔ عام انسانوں کے حقوق

ایک انسان کے دوسرے انسان پر انسانی برادری کی حیثیت سے بھی کچھ فرائض ہیں جن سے عہدہ برآ ہونا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اس کے تحت مندرجہ ذیل حقوق آتے ہیں۔

۱۔ ان سے گفتگو نرمی اور سلیقہ سے کی جائے۔
۲۔ ان سے ان کے معاملات میں عدل اور انصاف سے کام لیا جائے۔
۳۔ ظلم سے اجتناب کیا جائے۔
۴۔ کسی کے بغض کو اپنے سینے میں بلا وجہ جگہ نہ دی جائے۔
۵۔ ان کے کمالات پر حسد نہ کیا جائے۔
۶۔ انہیں گالی گلوچ نہ کی جائے۔
۷۔ ان کی غیبت نہ کی جائے۔
۸۔ ان کی جان و مال کو تحفظ دیا جائے۔
۹۔ ان کو بے آبرو کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔

(آیات و روایات کو اختصار کے پیشِ نظر حذف کر دیا گیا ہے)

اللہ تک پہنچنے کا راستہ:

حضرت ابو یزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے پروردگار کو خواب میں دیکھا اور پوچھا: "یا اللہ! آپ تک پہنچنے کا راستہ کیا ہے؟"

جواب ملا: "اترک نفسک وتعال! (اپنے نفس کو چھوڑ دو اور چلے آؤ)" (الاعتصام للشاطبیؒ ص ۲۵۲، ج ۱)

بچوں کا صفحہ

جواہر ریزے

از محمد عبدالرحمن کوٹ عبدالمالک

• حرص کی چابی ذلت ہے • صبر کی چابی کشادگی ہے۔

• قناعت کی چابی راحت ہے۔

• نیک بخت وہ شخص ہے جو کسی غیر سے نصیحت پکڑے۔

• دنیا آخرت کی کھیتی ہے • سچائی نجات دہندہ ہے اور جھوٹ ہلاک کرنے والا ہے۔ • اے انسان جب تجھے حیا نہ رہے تو پھر جو چاہتا ہے کر • لوگوں میں سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنے عیبوں کی طرف دیکھے اور دوسروں کے عیبوں سے اندھا ہو • دنیا کی محبت سب گناہوں کی سردار ہے۔

• انسان سوائے ادب کے مثل جسم کے ہے سوائے روح کے۔

• ـــــ سوائے عمل کے مثل بوجھ کے ہے اونٹ پر۔

• بادشاہ سوائے انصاف کے مثل نہر کے ہے سوائے پانی کے۔

• جو شخص خاموش رہا وہ سلامت رہا اور جو سلامت رہا اس نے نجات پالی۔

• انتہا درجہ کی مروت یہ ہے کہ انسان اپنے نفس سے بھی حیا کرے • جسم کی صحت تھوڑا کھانا کھانے سے ہے اور روح کی صحت گناہوں سے اجتناب کرنے سے ہے۔

• تین چیزیں آدمی کو رتبہ طلب کرنے سے روکتی ہیں (۱) کم ہمت (نیکی کرنے میں) (۲) کم حیلہ (۳) کمزور رائے۔

• تین شخص تین شخصوں سے نفع نہیں حاصل کر سکتے (۱) شریف آدمی کمینے آدمی سے۔ (۲) نیک آدمی برے آدمی سے۔ (۳) سمجھدار آدمی جاہل آدمی سے۔

• چھ اشیاء کو ہمیشہ رہنے والی کبھی نہ سمجھ (۱) بادل کا سایہ (۲) شریروں کی دوستی۔ (۳) مال حرام (۴) عورتوں کی محبت۔ (۵) ظالم حکمران۔ (۶) جھوٹوں کی تعریف۔

• چھ آدمیوں سے کبھی بھی غم جدا نہیں ہوتا۔ (۱) کینہ والا (۲) حسد کرنے والا۔ (۳) وہ فقیر جو اپنے قریب سمجھتا ہو غنی کو۔ (۴) وہ غنی جو فقر سے ڈرتا ہو۔ (۵) جاہ طلب جس سے اس کی قدر کم ہو۔ (۶) اہل ادب کی مجلس میں بیٹھنے والا جو کہ بے وقوف ہو۔

• اچھا اخلاق واجب کرتا ہے دوستی۔

• برا اخلاق واجب کرتا ہے دشمنی۔

• خندہ پیشانی واجب کرتی ہے مونس۔

• تنگی واجب کرتی ہے وحشت۔

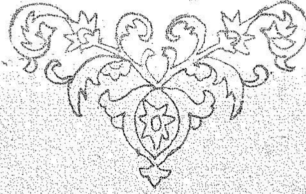
• تکبر واجب کرتا ہے ناراضگی۔

• سخاوت واجب کرتی ہے تعریف۔

• بخل واجب کرتا ہے ندامت۔

• تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ جوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

تبصرہ



تاریخِ تصوف

تصوف، تزکیہ، احسان اور اخلاص فی العمل مترادف الفاظ ہیں اور ایک ہی حقیقت کے ترجمان۔

حضور نبی کریم علیہ السلام کے فرائضِ نبوت میں تزکیہ شامل تھا۔ جیسا کہ سورۃ آلِ عمران اور سورۃ جمعہ میں اللہ تعالیٰ نے بالتصریح ارشاد فرمایا ہے۔

رحمتِ دو عالم کی مجالست و معیت کا اثر ہی اتنا تھا کہ جو جذبۂ صادقہ سے ایک بار آ کر بیٹھ گیا اس کی دنیا بدل گئی۔ آپ بابِ نبوت بند کر کے، دنیا سے رخصت ہوئے تو جو لوگ آپ کے علوم و عرفان کے وارث و امین قرار پائے انہیں اس مرحلہ کی تکمیل کے لیے قرآن و سنت کی اصولی تعلیم کی روشنی میں ایسے ضوابط وضع کرنے پڑے جنھیں اپنا کر انسان اس منزل تک پہنچ سکتا ہے۔ اہلِ سلوک کی یہ محنت و سعی ایک باقاعدہ فن کے مدون و مرتب ہونے کا باعث بن گئی۔ جس کے اختلافِ طبع کے پیشِ نظر چار مشہور ترین مسالک و مکاتبِ فکر سامنے آ گئے۔ یعنی نقشبندی، قادری، سہروردی اور چشتی۔ مقصد ہر کسی کا ایک ہی ہے۔ ہاں زندگی کے ہر شعبہ کی طرح یہاں بھی

ع ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است والا معاملہ ہے۔

اصل مشکل یہ ہے کہ بعض طبقوں نے تصوف کے معاملہ میں اسلامی امتیازات و خصوصیات کو یکسر نظر انداز کر کے ہندو و یونانی تصوف کی اثرات اور فکر کا ایسا ملغوبہ بنا دیا جس سے حقیقت پہ پردہ پڑ گیا اور اس کے ردِ عمل کے طور پر افراط و تفریط نے سر اٹھایا اور صورتِ حال پیچیدہ ہو گئی۔ اس مصیبت سے نجات کا اصل طریقہ یہ ہے کہ معلوم کیا جائے کہ اسلامی، ہندی اور یونانی تصوف کیا ہے؟ ان کی امتیازی خصوصیات کا علم ہو تب جا کر اسلامی تصوف کا چہرہ نکھرے گا۔

یہ کام وہ آدمی کر سکتا تھا جو ان تمام ماخذوں سے براہِ راست استفادہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ جو ان تینوں طریقوں کے معاملہ میں بنیادی حیثیت کے حامل ہیں۔ نیز یہ کہ وہ اس کوچہ کی لذت سے آشنا ہو۔

جناب پروفیسر یوسف سلیم چشتی صاحب جہاں ایک باکمال چشتی ہیں وہاں بقول ڈاکٹر محمد یوسف گوارہ ڈائریکٹر علماء اکادمی محکمہ اوقاف پنجاب "ملک کے معمر ترین اور محقق ترین عالم ہیں"۔

موصوف کو عربی، فارسی اور اردو پر تو عبور حاصل ہے ہی۔ وہ انگریزی، جرمنی زبانوں سے بھی پوری طرح آشنا ہیں۔ اور لاطینی جاننے والے تو وہ شاید واحد عالم ہیں۔ اور سنسکرت جیسی زبان اور ہندو تہذیب کے ما و ماعلیہ بھی ان کے سامنے ہیں۔ پروفیسر صاحب پچاس سال سے تقابلِ ادیان پر مطالعہ کر رہے ہیں اور اس معاملہ میں سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس پس نظر میں یہ کام وہی کر سکتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے یہ کام کیا اور خوب کیا۔

کتاب کے مقدمہ میں بنیادی باتیں ہیں۔ اس کے بعد الگ الگ ابواب میں ہندی، یونانی اور اسلامی تصوف کی پوری حقیقت الم نشرح کی گئی ہے۔ اور صدرِ اول کے دس عظیم صوفیاء کی سوانح و سیرت مرتب کر کے اور ان کے اقوال و افکار کو واضح انداز سے بیان کر کے کتاب کو تصوف کا انسائیکلو پیڈیا بنا دیا گیا ہے۔

ڈاکٹر محمد یوسف صاحب گوارہ نے بڑے اہتمام سے کتاب شائع کی۔ کاغذ و جلد بندی وغیرہ میں نفاست و مضبوطی کا اہتمام کیا۔ اور ۴۵/- روپے میں یہ تصوف کا انسائیکلو پیڈیا طیار کر دیا۔ جو علماء اکیڈمی شاہی مسجد لاہور سے دستیاب ہے۔ امید کہ اہلِ ذوق اس کتاب کی قدر کریں گے اور اسے اپنی لائبریریوں کی زینت بنائیں گے۔

(علوی)

بلوغ المرام

مشہور شارحِ حدیث علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا مرتب کردہ مختصر مجموعۂ حدیث جو احکامی حدیثوں

پر مشتمل ہے اپنے اختصار و جامعیت کے پیش نظر ایک قیمتی چیز ہے۔ جسے مکتبہ سلفیہ لاہور ۲ نے بڑے اہتمام اور خوش ذوقی کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اہل مکتبہ نے اس کتاب کے ساتھ دو چیزوں کا اضافہ بھی کر دیا ہے۔ ایک تو موصوف کا اصول حدیث میں معروف و متداول رسالہ "نخبۃ الفکر" دوسرے نواب صدیق حسن خاں والی بھوپال کا رسالہ "الروض البسام"۔

نخبۃ الفکر تو مصطلحات حدیث سے متعلق ہے جو درس نظامی میں شامل اور تمام مدارس میں زیر درس ہے اور یہی اس کی افادیت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

جبکہ نواب کا رسالہ "بلوغ المرام" اور صاحب بلوغ المرام سے متعلق ہے، جس میں حافظ کی سیرت و سوانح اور کتاب کی اہمیت کا اچھوتے انداز میں تذکرہ ہے۔ تینوں عربی زبان میں ہیں اور اس اعتبار سے علماء و طلباء کے لیے انتہائی فائدہ مند۔ مکتبہ کے ارباب حل و عقد نے اسی وجہ سے قیمت صرف 8/25 رکھی ہے تاکہ اہل علم پر بوجھ نہ ہو اور وہ آسانی سے لے حاصل کر کے استفادہ کر سکیں۔ فجزاھم اللہ ——— (اسعد رحمانی)

سوانح مولانا روم

"مثنوی" کے نام سے اکثر لوگ واقف ہیں اور اس کے اشعار اکثر پڑھے لکھے لوگوں سے سنتے ہیں۔ اس کتاب کو جو مقبولیت عامہ حاصل ہوئی وہ بہت کم کتابوں کے حصہ میں آئی۔

بڑے بڑے علماء اور افاضل نے اس کی شروح لکھی اور اس کو بنیاد بنا کر مختلف علوم میں متعدد کتابیں لکھ ڈالیں۔ اس شہرۂ آفاق کتاب کے مصنف "مولانا روم" تھے۔ یقیناً ان کے نام سے بھی عام لوگ واقف ہوں گے۔ لیکن ان کی سیرت و کردار سے بہت کم حضرات کو آگاہی ہو گی۔

ضرورت یہ ہے کہ ایسے ارباب باطن اور اہل اللہ کی سیرت و سوانح پر مختصر اور ہلکا پھلکا لٹریچر عام ہو تاکہ عام پڑھے لکھے افراد اس سے استفادہ کر کے تعمیر سیرت کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ بھلا کرے ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انار کلی لاہور کے مالکان کا کہ وہ اس قسم کا لٹریچر بڑی تیزی سے شائع کر رہے ہیں جس کی ایک کڑی یہ رسالہ ہے جو مادر علمی دیوبند کے مادر زاد ولی اور محدث علامہ سید اصغر حسین صاحب قدس سرہ نے مرتب فرمایا۔ مولانا روم کے سیرت و سوانح کے تمام گوشے کمال خلوص و سادگی سے صاحب رسالہ نے مرتب فرما دیئے ہیں

یہ تین روپے کا رسالہ اپنی اہمیت و افادیت کے پیش نظر اس قابل ہے کہ اسے بہت عام کیا جائے اور بکثرت پڑھا جائے۔ (اسعد رحمانی)

بقیہ : خطبہ جمعہ

اعمالِ قرآنی

اس سورۃ مبارکہ کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص جمعہ کی رات اس سورۃ کو ایک ہزار مرتبہ اور ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھے گا وہ خواب میں حضور پاک (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی زیارت سے مشرف ہو گا اور جو تنہائی میں اسے سو بار پڑھے اسے دشمنوں پر غلبہ نصیب ہو گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ماہانہ مجلسِ ذکر

انشاء اللہ یکم جنوری ۱۹۷۸ء بروز اتوار کو بعد نماز مغرب

جانشین شیخ التفسیر

حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

خضرا مسجد سمن آباد

میں ماہانہ مجلس ذکر کرائیں گے۔ دعوتِ عام ہے۔

کسبِ حلال

اِنَّ اَطْيَبَ مَا اَكَلْتُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ ۔ (ترمذی)

پاکیزہ مال وہ ہے جو تم اپنی حلال کمائی سے کھاؤ۔

تو اگر چاہے کہ حاصل ہو حلال
زورِ بازو کو ذرا کر استعمال

مولانا عبید اللہ انور پبلشر نے پیر خواجہ شوکت علی پریمیئر پرنٹرز میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ سے شائع کیا

شانِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

عبدالغنی شیداؔ

ہو بہو قرآں کی تفسیر اصحابِؓ رسولؐ
بے گماں اسلام کی توقیر اصحابِؓ رسولؐ

جن کے دم سے کلمۂ اسلام کو غلبہ ہُوا
الٹ دیں اقوام کی تقدیر اصحابِؓ رسولؐ

آج تک ان کا کوئی ہمسر نہیں پیدا ہُوا
اسوۂ حسنہ کی ہیں تصویر اصحابِؓ رسولؐ

وہ پہاڑوں سے بھی ٹکراتے ہوئے ڈرتے نہ تھے
جب لگاتے نعرۂ تکبیر اصحابِؓ رسولؐ

وہی ہیں جن سے خدا دنیا میں راضی ہو گیا
دیکھ لے اے نکتہ چیں تقدیرِ اصحابِؓ رسولؐ

دین پہنچایا صحابہؓ نے ہمہ آفاق میں
کون ہوتے ہیں کریں تحقیرِ اصحابِؓ رسولؐ

ایک بھی ان کا ہزاروں کافروں پر موت تھا
قیصر و کسریٰ تہِ شمشیرِ اصحابِؓ رسولؐ

لعنتی وہ لوگ ہیں کرتے نہیں اُن کا ادب
ڈھونڈتے پھرتے ہیں جو تقصیرِ اصحابِؓ رسولؐ

عزتِ اصحابؓ ہے عزتِ رسول اللہؐ کی
ہے ستاروں سے فزوں تنویرِ اصحابِؓ رسولؐ

دیکھ لے شیداؔ اگر یہ نکتہ چیں ان کا مقام
قدم لے بیخود پئے توقیر اصحابِؓ رسولؐ

مکتبہ خدام الدین لاہور

حضرت الامام مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سمیت تمام اکابر علماء حق اور اہل دانش و بینش کی کتابیں چھپوانے اور فراہم کرنے کے لیے قائم کیا گیا ہے۔

حضرت رح کے عکسی ترجمہ قرآن مجید سمیت ہر اچھی کتاب کے لئے لکھیں یا ملیں

یاد رہے

کہ مکتبہ محمودیہ جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور نے اپنی کتب

تحریک شیخ الہندؒ اور علماء ہند کا شاندار ماضی

کا

ہمیں پورے ملک کے لئے سول ایجنٹ مقرر کر دیا ہے

خدمت کا موقع دیں

تاجر حضرات اور علماء وطلبہ کے لئے معقول رعایت

منیجر مکتبہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور